

## انتساب

میں اپنی اس کتاب کا انتساب اس ذات ستودہ صفات کی طرف کرتا ہوں جو اس وقت مرجع الخلاق اور مرشد خاص وعام ہیں جنہوں نے ذرہ نوازی کا ثبوت دے کر ہمیشہ میری قدردانی کی، اپنی خاص دعاؤں اور عنایتوں میں یاد رکھا مشکل اوقات میں حوصلہ افزائی کی تصنیف وتالیف میں معاونت فرمائی اپنی ممکنہ حد تک انکی اشاعت کے اسباب بھی مہیا فرمائے جس کا ثمرہ یہ کتاب بھی ہے میری مراد الحاج پیر شمس الدین لولابی امیر تبلیغ کپواڑہ ہیں اللہ تعالیٰ جناب کی صحت وعمر میں برکت دے اور ان کا سایہ عاطفت امت کے سروں پر تادیر سایہ فگن رکھے۔

ایں دعا از من و آمین از جملہ جہاں آباد

## تفصیلات

نام کتاب	بیس رکعت تراویح علماء احناف اور غیر مقلدین
مؤلف	(سلسلہ اشخ مولانا مفتی) مظفر حسین صاحب القاسمی (تجربہ شریف) شیخ الحدیث دارالعلوم سوپور
باضافہ طبع ثانی	۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ
کمپوٹر کتابت	العبد شیخ غلام رسول القاسمی (کلنگامی) خادم التدریس دارالعلوم انوار الاسلام سرینگر کشمیر
رابطہ نمبر	9622741574
ناشر: جمعیت طلباء احناف جموں و کشمیر	

نوٹ: کتاب کی فہرست آخری صفحہ پر ہے

باسمہ تعالیٰ

حضرت الاستاذ مولانا محمد ایوب صاحب (مدظلہ العالی)

(استاذ دارالعلوم دیوبند)

حامداً ومصلیاً اما بعد

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو سلفی اور اہل حدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں دراصل موجودہ زمانہ کا ایسا فتنہ ہے جن کا ظاہر خوبصورت اور باطن سیاہ ہے۔

محسن امت حضرت امام الہمام نعمان بن ثابت المعروف بابی حنیفہ والا امام الاعظم پر طعن و تشنیع ان کا پرانا وتیرہ ہے ہم تو اہل سنت والجماعت ہیں تقلید ہماری طبیعت کا جزء ہے ہم احکام خدا کے بھی مقلد اور صحابہ کرام کی تقلید پر ہمیں فخر ہے حضرت امام اعظمؒ نے ان خصوصیات ہی کے فرامین ہی کی تشریح کی ہے چنانچہ زیر نظر رسالہ اسی کی ایک کڑی ہے میں نے حرف بحرف عزیز محترم جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی اس کاوش علمی کا بنفس نفیس مطالعہ کیا ہے ماشاء اللہ باطل کا اتھا جذبہ رکھتے تھے سو لیجئے یہ اسی کا ایک حسین گلدستہ ہے جس نے اس موضوع کے کتبخانہ میں بہت عمدہ اضافہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور اس کا نفع عام فرمائے اور محترم مؤلف سلمہ کو مزید ترقیات سے نوازے آمین۔

تقریظ

محدث کبیر فخر کشمیر استاذ الاستاذہ

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی (رحمۃ اللہ علیہ)

(استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رکعات التراویح کے بارے میں ایک خاص ذوق کی جماعت اور خصوصی مسلک کے حامل گروہ کو اختلاف بلکہ مخالفت کا شوق و اشتیاق ہے حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہیں بارگاہ نبوت سے مقتدا ہونے کی سند حاصل ہے بلکہ تمام ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انہی کے مبارک عہد میں تراویح کا اہتمام ایسے ماحول میں ہوا جبکہ ہزاروں سے زائد حضرات صحابہ موجود تھے جنکی فطرت اور ترتیب اس انداز کی تھی کہ وہ کسی غلط چیز ہوتی تو یہ مقدس طاقت اسے کبھی برداشت نہ کرتا دلائل تو بہت ہیں لیکن جب مخالفت برائے مخالفت کو اپنا شعار بنالیا ہو اور اسی پر فخر ہو تو وہ معقولیت باقی نہیں رہتی مولانا مفتی مظفر صاحب القاسمی جو مستند عالم اور مستند فاضل ہیں اور جن کے قلم سے بہت ہی مفید نگارشات منظر عام پر آگئی انہی کا یہ تازہ کارنامہ ہے جسے آپ آئندہ مطالع کریں گے بجائے خود وافی شافی ہر طرح کافی خدائے قدوس اس جلیل مصنف سے ہمیشہ کیلئے راضی ہو کہ رضوان من اللہ اکبر

انظر شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مرض مؤلف طبع ثانی

رمضان المبارک ایک ایسا بابرکت مہینہ ہے (۱) جسمیں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۷۳)

(۲) جب رمضان المبارک آتا تو آنحضرت ﷺ اپنے بسترہ سے الگ رہ کر عبادت میں مشغول ہوتے تھے (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

(۳) آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رمضان المبارک میں عبادت میں کھڑا ہوا اسکے پچھلے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۱۷۳)

(۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ ﷺ کا رنگ بدل جاتا، آپ ﷺ بہت زیادہ نمازیں پڑھتے۔ (شعب الایمان بیہقی جلد ۳ ص ۳۱۰)

(۵) آخری عشرہ میں پہلے بیس دنوں سے زیادہ عبادت و ریاضت کرتے، (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ: ۱۸۲)

(۶) آنحضرت ﷺ خود بھی آخری عشرہ میں شب بیداری کرتے اور ازواج مطہرات کو بھی جگاتے۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ: ۱۸۲)

ان احادیث مبارکہ کی وجہ سے خوش نصیب اور اطاعت شعار بندے رمضان المبارک میں بہت عبادت کرتے ہیں، نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے رہتے ہیں۔ تہجد، تراویح، اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن، درود و اذکار کی کثرت ہوتی ہے، رات بھر نوافل اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں اور یہ سلسلہ امت میں شروع سے چلا آ رہا ہے اور آج تک الحمد للہ موجود ہے۔ بعض لوگ تو ایک دن میں قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ حضرت امام بخاریؒ کا رمضان المبارک میں عبادت کا یہ حال تھا۔ امام حاکم ابو عبد اللہ نے باسند روایت کیا ہے کہ محمد بن اسمعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر محرر کو نصف سے لیکر تہائی قرآن پڑھتے اور تین راتوں میں ختم

کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا اور کہتے تھے ہر ایک ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے پھر سحر کے وقت تیرہ رکعت پڑھتے ایک رکعت وتر کی ہوتی۔ (حدیث الساری مقدمہ فتح الباری شرح بخاری ۶۷۳) اور ترجمہ ہم نے مشہور غیر مقلد عالم مولانا وحید الزماں کی تیسر الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۱ سے نقل کیا۔ دیکھئے (۱) حضرت امام بخاریؒ تراویح پڑھتے تھے (۲) انہیں الم تر سے نہیں بلکہ پورا قرآن یعنی ہر ایک رکعت میں بیس آیتیں تقریباً ایک ڈیڑھ پارہ روزانہ پڑھتے (۳) پھر آدھا قرآن یا ایک تہائی قرآن دس یا پندرہ پارے تراویح کے بعد روزانہ پڑھتے تھے (۴) اور آخری شب میں تہجد کی تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے گویا پورا رمضان شب بیداری میں گزارتے تھے (۵) پھر دن میں نہیں سوتے بلکہ ہر روز ایک کلام کا ختم کرتے اور دعا میں مشغول ہوتے۔ اس قسم کے واقعات اکابر امت کی کتابوں میں درج ہیں یہ کثرت عبادت رمضان المبارک کی برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے تھا۔

اور امت کو یہ توفیق حضور ﷺ کی کثرت محنت کی وجہ سے ہی ملی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں آپ ﷺ کو طویل نماز پڑھتے دیکھ کر مجھے آپ ﷺ پر ترس آتا (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷) آپ کے مبارک پاؤں اور پنڈلیوں پر درم آتا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

لیکن ایک طبقہ ایسا پیدا ہوا ہے جسکو کثرت عبادت سے چڑ ہے یہاں تک کہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں تہجد سے بھی انکار کرتا ہے کوئی آدمی کسی مسجد سے آٹھ رکعت پڑھ کر مسجد میں انتشار پیدا کر کے نکل گیا تو خوشی مناتے ہیں مبارکبادی دی جاتی ہے۔ انکا کام رمضان کے برکات سے خود محروم رہنا اور دوسروں کو محروم رکھنا ہے ان سے بات کریں تو ہر بات پر کہتے ہیں ہمیں حضور علیہ السلام کی صحیح حدیث بخاری شریف میں دکھاؤ ہم نہ عمری ہیں نہ حنفی ہیں نہ شافعی ہیں لیکن جب ان سے پوچھیں (۱) آنحضرت علیہ السلام نے تراویح باجماعت ایک ہی رمضان میں صرف ۲۳-۲۵ اور ۲۷ شب کو پڑھی ہے تم پورے مہینے میں پڑھتے ہو ذرا صحیح حدیث دکھاؤ (۲) آپ ﷺ نے تیسری شب کے بعد فرمایا لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو بلاشبہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۱) تم لوگ کسی صحیح حدیث سے پورے مہینے مسجد میں تراویح پڑھتے ہو؟ (۳) اس نماز

کا نام تراویح ہے یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ (۴) آپ لوگ تو پورے مہینے اول شب میں ہی تراویح پڑھتے ہو کونسی صحیح حدیث آپ کے پاس ہے (۵) پورے مہینے آپ و جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو یہ کس صحیح حدیث میں موجود ہے (۶) آپ تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز کہتے ہو کیا اسکے لئے صحیح حدیث کی نشاندہی کر سکتے ہو (۷) گیارہ مہینے یہ نماز آپ کے نزدیک نفل رہی بارہوں مہینے میں یہی سنت بن جاتی ہے دلیل میں آپ کونسی صحیح حدیث پیش کر سکتے ہیں؟ (۸) گیارہ مہینے اسکا بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہے بارہویں مہینے میں اول شب بھی اسکا وقت ہے کیا اس بارے میں کسی صحیح حدیث کی آپ نشاندہی کر سکتے ہیں؟ (۹) گیارہ مہینے یہ نماز گھر میں پڑھنی بہتر ہے بارہوں مہینے میں مسجد میں کسی صحیح حدیث میں فرق موجود ہے؟ (۱۰) گیارہ مہینے یہ نماز گھر میں اکیلے اکیلے پڑھنی بہتر ہے یا چند حضرات شریک ہو سکتے ہیں لیکن بارہوں مہینے میں جماعت سے پڑھنی سنت ہے غیر مقلدین کی مشہور کتاب فتاویٰ علماء حدیث ج ۶ ص ۲۳۳ میں نماز تراویح میں جماعت شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح نہ ہوگی، کیا غیر مقلدین یہ فرق صحیح حدیث سے دکھا سکتے ہیں اور جماعت کا تراویح کیلئے شرط ہونا اسکے لئے بھی صحیح حدیث چاہئے (۱۱) آنحضرت ﷺ پورے مہینے شب بیداری فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین عشاء و تراویح پڑھکر سوتے ہیں تہجد تک غائب ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ صلوٰۃ الرسول مشہور غیر مقلد عالم کی کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں ”تا کہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سوائیں اور صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں“ کیا اس بارے میں آپ کوئی صحیح حدیث پیش کر سکتے ہیں (۱۲) یہ نماز نفل ہے یا سنت مؤکدہ اگر نفل ہے تو کیا وہ شخص گنہگار ہوگا جو تراویح بالکل نہ پڑھے جیسے تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، چاشت، اشراق وغیرہ نفل نمازیں ہیں۔ اگر سنت مؤکدہ ہے تو یہ بھی بتائیں کہ کس دلیل اور کس قسم کی حدیث سے ایک نماز سنت مؤکدہ بن جاتی ہے اور کس چیز سے سنت غیر مؤکدہ بن جاتی ہے جو بھی جواب ہو صحیح حدیث کی روشنی میں جواب ہونا چاہیے۔ غرض ہر ایک سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والے کیا صحیح احادیث مبارکہ سے ان ایک درجن سوالوں کا جواب دے سکتے ہیں۔ یہ حضرات صحیح

حدیث کا مطالبہ وہاں کرتے ہیں جہاں انکو اپنا مطلب ہو اور فتنہ پرداز کی کا موقع ملے اور آنحضرت ﷺ کی ان احادیث پر عمل کرنے کے لئے تیار ہی نہیں جو نفس پرگراں ہوں یا جمہیں فتنہ کی کوئی بات نہیں مثلاً سونے کے وقت ایک دو گدے بچاتے ہیں یہاں یہ حدیث بھول گئے نبی پاک ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا اور اسمیں کھجور کی چھال بھری تھی۔ جب تک کھانے میں چند قسم کے سالن نہ ہوں مزہ نہیں آتا ہے یہاں اس حدیث کو بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ چھانے ہوئے آٹے کی روٹی استعمال نہیں کرتے تھے دو دو مہینے گزر جاتے تھے آنحضرت ﷺ کے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا یہ سب بخاری کی احادیث ہیں۔ غیر مقلدین عالم مولانا داؤد راز لکھتے ہیں ”یہ تھا رسول اللہ ﷺ کا بستر و تکیہ آج اکثر مدعیان عمل بالنسۃ کیا ایسی زندگی پر قناعت کر سکتے ہیں جبکہ عیش کو دیکھکر شاید فرعون و ہامان بھی محو حیرت ہو جائیں۔ (ترجمہ و تشریح مولانا داؤد راز ج ۷ ص ۷۰۷)

سحر اور آخری شب میں عبادت اللہ کو بہت پسند ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان لحات میں رمتوں سے اپنا دامن بھر لیتے ہیں لیکن غیر مقلدین لوگوں کو یہ کہہ کر تہجد سے روکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی اگر پڑھی ہے تو دلیل دکھاؤ حدیث پیش کرو۔ انکا یہ دعویٰ بالکل ایسا ہی ہے (۱) جیسا کوئی یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ نے محرم ۵ھ کی اتوار کو نعوذ باللہ ظہر کی نماز نہیں پڑھی اگر پڑھی ہے تو حدیث دکھاؤ (۲) یا کوئی نادان یوں کہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کی جن راتوں میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی انہیں آپ ﷺ نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اگر پڑھی ہے تو صحیح حدیث پیش کرو (۳) یا کوئی بے سمجھ یوں کہے ان تین راتوں کو حضرات صحابہؓ نے بھی عشاء کی نماز نہیں پڑھی ہے اگر پڑھی ہے تو دلیل بیان کرو (۴) یا کوئی دریدہ دہن یہ کہے ۸ھ رمضان کی پندرہویں تاریخ کو آنحضرت ﷺ نے روزہ نہ رکھا اگر رکھا ہے تو صحیح دلیل بخاری سے پیش کرو (۵) یا کوئی عقل کا اندھا یوں کہے ۸ھ تاریخ عشاء کی نماز وضو کر کے نہیں پڑھی اگر پڑھی تو دلیل دکھاؤ۔

(۶) آخری حج میں آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے وضو نہیں کیا تھا اگر کیا تھا تو دلیل دکھاؤ، غرض اگر غیر مقلدین کا یہ اصول اپنایا جائے تو بہت سی چیزوں کا انکار آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ جو چیزیں آنحضرت ﷺ ہمیشہ کرتے تھے انکے بارے میں خاص دلیل کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ

دلیل اس شخص کے ذمے ہے جو انکار کرتا ہے اور شریعت کا قاعدہ و اصول ہے کہ کسی چیز کا منقول نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ چیز موجود ہی نہیں اسی کو علامہ ابن ہمامؒ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا و بالجملة علم النقل لا ينفى الوجود (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳)

اسی طرح ”ومن الليل فتهجد به نافلة لك“ کے مطابق آپ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے اگر کوئی کہے حضور ﷺ نے فلاں رات تہجد نہ پڑھی تو دلیل اس سے طلب کی جائے گی نہ کہ اس سے جو کہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ مثلاً (۱) ليلة الترميس کو آپ نے تہجد نہیں پڑھی یہ بخاری میں ہے۔ (۲) ایک رمضان میں آپ ﷺ نے ایک رات تہجد نہیں پڑھی کیونکہ تراویح بہت دیر تک پڑھی یہ ابوداؤد ص ۱۹۰ میں ہے (۳) آپ ﷺ کچھ دن بیمار رہے اسلئے ان دنوں تہجد کے لئے نہیں اُٹھے (بخاری ۱۵۱) اشتکی النبی فلم یقم ليلة اولیلتین (۳) مزدلفہ میں اپنے تہجد نہ پڑھی باقی راتوں میں اگر کوئی تہجد پڑھنے کا انکار کرے تو دلیل اسکے ذمہ لازم ہے اور جب کوئی دلیل نہ پڑھنے کی موجود نہیں ہیں اسی لئے تو ہم کہتے ہیں آپ ﷺ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے۔

اور رمضان المبارک کی راتوں میں شب بیداری عبادت اور نمازوں کی کثرت کی احادیث ہم نقل کر چکے ہیں لیکن غیر مقلدین ہر موقعہ پر کم ہی کم نماز کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کتنی پڑھینگے تو اس بارے میں ان کا دعویٰ ہے گیارہ رکعت پڑھیں گے جنہیں آٹھ تراویح اور تین وتر ہیں لیکن بخاری شریف میں آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴ کی تعداد آئی ہے یہ اس صورت میں ہے جب وتر کی تین رکعت مان لیں گے لیکن اگر وتر صرف ایک رکعت مان لیں تو ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴ تک رکعتوں کا تذکرہ آیا ہے معلوم نہیں ایک حدیث کو لیکر باقی احادیث سے صرف نظر کیوں کرتے ہیں؟

۲۰۰۱ء میں میں نے ایک کتاب بیس رکعات تراویح لکھی تھی کتاب الحمد للہ توقع سے زیادہ مقبول ہوئی غیر مقلدین کے پھیلانے ہوئے شکوک دور ہوئے کتاب کا ایڈیشن ختم ہوا۔

مندرجہ ذیل امور کا اضافہ کرتے ہوئے اسکو دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اللہ جل شانہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

(۱) حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر قدرے تفصیلی بحث کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے گویا تراویح ہو یا تہجد وہ گیارہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں۔ اسکے ساتھ

ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت زید ابن خالدؓ کی روایت کردہ ان دو حدیثوں کو بھی نقل کیا گیا ہے جو بخاری شریف میں ہے جنہیں آپ ﷺ کی رات کی نماز کا تذکرہ ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کردہ بیس رکعت تراویح کو نقل کر کے اس پر حواشی کل ہاں کا جواب دیا گیا۔

(۳) ایک اصولی اور ضروری بحث کے عنوان سے یہ بیان کیا گیا کہ حدیث کس طرح صحیح یا ضعیف ہوتی ہے۔ کیا سند کے ضعیف اور صحیح ہونے سے حدیث کا مضمون بھی صحیح اور غلط ہو سکتا ہے؟

(۴) حضرت یزید بن رومان کی حدیث میں ہے کہ حضرات صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت پڑھتے تھے اس پر اعتراض ہے کہ اس میں انقطاع ہے اسکا تفصیلی جواب بھی دیا گیا ہے۔

(۵) مولانا غلام رسول غیر مقلد کی کتاب رسالہ تراویح سے چند اقتباسات نقل کئے گئے۔

(۶) غیر مقلدین کی طرف سے مولانا داؤد راز صاحب نے بخاری شریف کا ترجمہ اور تشریح آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔ انہوں نے دو جگہ تراویح کے موضوع کو چھیڑا ہے اسکا بھی مختصر تجزیہ کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ کتاب ضخیم ہونے کے باوجود ناظرین کے لئے مزید فائدہ کی چیز بنکر سامنے آئے گی۔

لیکن ناظرین سے گزارش ہے کہ پوری کتاب کا مطالعہ کریں امید ہے کہ پورا مطالعہ کرنے کے بعد ہر طرح کا اطمینان حاصل ہوگا۔ آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے دوبارہ اس کتاب کی اشاعت کی ترغیب دی اور خاص طور پر اپنے دو عزیزاں ”مولانا مفتی ثار احمد صاحب (ہینگ ٹیکمرگ) اور مولانا مفتی جاوید صاحب (نو کوٹ بانہال) جو دارالعلوم قاسمیہ لعلبازار سرینگر میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں“ کا دل کی عمیق گہرائیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے مشاغل کو دیکھ کر کتاب تصحیح اور حوالجات کیلئے مراجعت کتب کا کام اپنے ذمہ لیکر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کو آسان بنایا اللہ تعالیٰ دونوں عزیزوں کی علم و عمر میں برکت عطا فرمائے۔

### فقط

(مولانا مفتی) مظفر حسین شاہ پیرزادہ

تجر شریف سو پور بارہمولہ کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مرض مولف

ہندوستان میں کچھ سال سے پہلے ایک فرقہ وجود میں آیا ہے جو اپنا تعارف گاہے اہل حدیث کبھی سلفی کسی وقت محمدی کسی جگہ اثنی سے کرتے ہیں اور موقع ملنے پر موحدین کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن مسلمانوں میں عام طور پر غیر مقلدین یا وہابی کے نام سے پکارا جاتا ہے اور پورے ذخیرہ احادیث میں ان کا مطالعہ اور بحث و تکرار صرف ان چند احادیث میں ہوتا ہے جن میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے حالانکہ ان میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ احادیث اس بارے میں خود ہی مختلف ہیں اس فرقے کی تبلیغ و دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ رکوع سے سراٹھاتے ہوئے ہاتھ بھی تم نے کیوں نہ اٹھائے اور امام ولا الضالین پر پہنچا تو اس پر نہیں لڑتے کہ تم نے آمین کیوں نہیں کہی کیونکہ آمین تو سب ہی لوگ کہتے ہیں بلکہ وہ اس پر جھگڑا کرتے ہیں کہ تم نے صرف خدا کو ہی آمین کا لفظ کیوں سنایا خدا کے وہ بندے جو تمہارے آس پاس تھے تم نے ان کو یہ لفظ کیوں نہ سنایا۔ امام نماز میں قرآن کا جو حصہ پڑھ رہا ہے تم نے اس کو کیوں سننا تم بھی اس کے دھرانے میں کیوں مشغول نہ ہوئے۔

لیکن کچھ عرصہ سے اب وہ ان مسائل کو بھی بحث و تکرار کا موضوع بنائے ہوئے ہیں جو امت کے درمیان متفق علیہ چلے آ رہے ہیں جن پر ائمہ اربعہ کا ہی اتفاق نہیں بلکہ صحابہ کا بھی اجماع ہے ان متفق علیہ مسائل میں ایک مسئلہ تراویح کی تعداد کا ہے۔

رمضان کا مہینہ جوں جوں خدا کی رحمتوں کو لئے ہوئے قریب ہونا شروع ہوتا ہے توں توں یہ فرقہ کتابچوں، پمفلٹوں، رسائل، اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ اس مقدس مہینہ کو (جو خالص عبادت و ریاضت کا مہینہ ہے) ہنگاموں اور اختلافات کی نذر کرنے کی ناسعود کوشش کرتا ہے۔ اور عام مسلمان پریشان ہو کر مسجد چھوڑ کر اختلافات سے بچنے کیلئے گھر میں رہنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں، چونکہ یہ فرقہ مختلف موقعوں پر مختلف کتابیں اشتہارات شائع کرتا رہتا ہے اسلئے عام مسلمانوں کے سامنے صحیح

صورت حال واضح ہونے کے علاوہ اس فرقے کے ان اعتراضات کا جواب بھی ہو چکا سہارا لیکر یہ لوگوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اسی ضرورت کی بنا پر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے جس میں مندرجہ ذیل امور کو دلائل سے مبرہن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

- (۱) بیس رکعت تراویح حضور ﷺ سے ثابت ہیں جنکی تائید حضرات صحابہ کا تو اتر عملی کر رہا ہے۔
- (۲) اگر بیس رکعت تراویح کا ثبوت حضرت عمرؓ کے حکم سے ہی مانا جائے تب بھی وہ واجب الاتباع ہے۔
- (۳) چار اماموں میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم تراویح کا قائل نہیں ہے۔
- (۴) اہلحدیث کا طبقہ تراویح کے بارے میں انتہائی تضاد اور اختلافات میں مبتلا ہے انکے اکابر علماء کا خیال ہے کہ تراویح کی کوئی تعداد (آٹھ یا بیس) حضور ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے جبکہ اصغر علماء کا فرمان ہے کہ آٹھ رکعت تراویح صحیح حدیث سے ثابت ہیں انکی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آٹھ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا بدعت ہے یا خلاف سنت ہے یا مستحب ہے لیکن سنت نہیں ہے اس کے برخلاف انکی ایک جماعت بیس رکعت کو بھی سنت مانتی ہے انکا ایک طبقہ اس چیز کی زبردست وکالت کر رہا ہے کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں اس کے برعکس دوسرا طبقہ دونوں کو ایک ماننے کیلئے تیار نہیں ہے بلکہ اپنے عمل سے انہوں نے تراویح و تہجد کے درمیان فرق کر کے دکھایا وغیرہ وغیرہ اب ان میں کس کا نظریہ صحیح ہے اور کون غلط سمت چل رہا ہے اسکا فیصلہ غیر مقلدین خود ہی کر سکتے ہیں اور یہ انکے گھر کی چیز ہے۔

(۵) غیر مقلدین کے ان دلائل کا بھرپور جائزہ لینے کی کوشش کی گئی جسکو وہ آٹھ رکعت کے سلسلے میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور بتایا گیا کہ انہیں جو حدیث صحیح ہے اس میں تراویح کا ذکر نہیں ہے بلکہ پورے سال پڑھی جانے والی نماز یعنی تہجد کا تذکرہ ہے اور جن احادیث میں تراویح آٹھ رکعت پڑھنے کا صراحتاً ذکر ہے وہ سب احادیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔

(۶) غیر مقلدین علماء احناف کی عبارات کو ناقص نقل کر کے عوام الناس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علماء احناف بھی آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں ہم نے ان علماء کی پوری عبارت اور راجح قول

کو نقل کیا ہے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے مزید برآں دیگر اکابر احناف کی عبارات کو بھی نقل کیا گیا ہے۔  
(۷) غیر مقلدین عوام الناس میں یہ وسوسہ بھی ڈالتے ہیں کہ حرم پاک میں اٹھ رکعات تراویح پڑھی جاتی ہیں حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ ہے اسلئے آخر میں تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ نقل کی گئی کہ حرم پاک اور مسجد نبوی میں آجنگ بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی ہیں کبھی آٹھ رکعات تراویح باجماعت وہاں ادا نہیں کی گئی امید ہے کہ ایک منصف مزاج اس کتاب کو پڑھنے کے بعد مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہو کر غیر مقلدین کے فریب دہی سے بھی جانکاری حاصل کر سکے گا کتاب کے مرتب ہونے کے بعد دارالعلوم سوپور کے موقر اساتذہ کرام میں سے مولانا مفتی بشیر احمد صاحب اور مولانا مفتی عبدالجید صاحب زید مجدہا نے ایک ایک لفظ پڑھ کر اس کے مدلل ہونے پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کی توثیق بھی فرمائی اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو اس محنت کے عوض اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(مفتی مظفر حسین صاحب)

استاذ حدیث دارالعلوم سوپور

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں تو آنحضرت ﷺ ہمیشہ خوب عبادت کرتے تھے لیکن رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ عبادت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی رمضان میں راتوں کو عبادت کی بہت ترغیب دیتے تھے اور یہ اہتمام رمضان کے آخری عشرہ میں بہت زیادہ ہوتا تھا۔

(۱) قالت عائشة كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الاواخر مالا يجتهد في غيره (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۷۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں (عبادت و ریاضت) میں جتنی محنت کرتے تھے رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔

(۲) عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا دخل العشر احى الليل وايقظ اهله وجد وشد المتزر (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۷۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جونہی رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ ﷺ رات بھر عبادت کیلئے جاگنا شروع کرتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کیلئے جگاتے اور عبادت کیلئے کمر باندھتے تھے یعنی بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔

(۳) عن ابی ہریرۃؓ قال کان رسول اللہؐ یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرہم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۹)

### ☆ رمضان میں تراویح پڑھنا سنت ہے۔

عن عبدالرحمن بن عوف قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تبارک وتعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسنت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس میں قیام یعنی تراویح پڑھنے کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا (تراویح پڑھی) تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ (اس دن وہ گناہوں کے بغیر تھا) کہ جس دن اسکو اسکی ماں نے جنا تھا۔

### ☆ حضور ﷺ نے صرف تین رات تراویح پڑھائی۔

عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ ﷺ خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاحہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصولاً معہ فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الیلۃ الثالثة فخرج رسول اللہ ﷺ فصلوا بصلوۃ فلما كانت الیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اہلہ حتی خرج لصلوۃ الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم یخف علی مکانکم لکنی خشیت ان یفترض علیکم فتعجزوا عنہا فتوفی رسول اللہ ﷺ والامر علی ذالک (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مسلم ج ۱ ص ۲۵۹ واللفظ للبخاری)

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے نکلے اور جا کر مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی (تراویح کی) نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگ آپس میں (اس نماز کا) تذکرہ کرنے لگے (جب دوسرے لوگوں نے سنا) تو دوسری رات پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے پس آپ ﷺ نے نماز (تراویح) پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ وہی (تراویح) پڑھی صبح ہوئی تو پھر اس کا چرچا ہوا تو اس تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بڑھ گئی آپ ﷺ گھر سے باہر مسجد شریف میں تشریف لے آئے اور نماز (تراویح) پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے تراویح پڑھی اور جب چوتھی رات آئی تو لوگوں کی تعداد اتنی برہ گئی کہ مسجد تنگ ہو گئی (اور کچھ لوگوں کو جگہ بھی نہ ملی) (اس رات آنحضرت ﷺ تراویح کیلئے مسجد میں تشریف نہ لے آئے) بلکہ فجر کی نماز کیلئے تشریف لے آئے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اللہ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں ہے (بلکہ مجھے معلوم ہی تھا البتہ میں اسلئے آج تراویح پڑھانے کیلئے نہ نکلا) کہ مجھے خوف ہوا (کہ اگر آج بھی میں تمہیں تراویح پڑھاؤں) تو کہیں اس کی وجہ سے تم پر یہ فرض نہ ہو جائے اور تم اسکو ادا نہ کر سکو۔ رسول اللہ دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا یعنی حضور ﷺ اور صحابہؓ وغیرہ جماعت کے تنہا تراویح پڑھا کرتے تھے۔



## ☆ حضور تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں رات میں تراویح کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ ﷺ نے پورے مہینے ہمیں تراویح کی نماز نہیں پڑھائی (بلکہ فرض پڑھ کر حجرہ میں داخل ہوتے تھے) یہاں تک کہ مہینہ ختم ہونے میں سات (راتیں) باقی رہیں تو (تیسویں شب کو) آپ ﷺ نے ہمیں تنہائی رات گزرنے تک تراویح کی نماز پڑھائی۔ جب مہینے کی چھ راتیں رہ گئیں (یعنی چوبیسویں رات میں) آپ ﷺ نے ہمیں تراویح کی نماز نہیں پڑھائی۔ پھر جب مہینے کی پانچ راتیں رہ گئیں (یعنی پچیسویں رات) تو آپ ﷺ نے ہمیں تراویح کی نماز پڑھائی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی (حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ (مسجد میں عشاء کی نماز پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا اشار کیا جائیگا حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ جب مہینے کی چار راتیں رہ گئیں (یعنی چھبیسویں رات ہوئی) اس رات آپ ﷺ نے ہمیں تراویح کی نماز نہیں پڑھائی اور جب مہینے کی تین راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ستائیسویں رات ہوئی) تو آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت ازواج مطہرات اور صحابہ کو حج کیا پھر ہمیں تراویح کی نماز پڑھائی (آپ ﷺ نے ہمیں اتنی لمبی تراویح پڑھائی کہ) ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی حضرت جبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا سحری مراد ہے۔ پھر باقی راتوں (۲۸، ۲۹، ۳۰) میں آپ ﷺ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی۔

عن ابی ذرؓ قال صمنا مع رسول اللہ رمضان فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما كانت السادسة لم یقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلنا قیام هذه اللیلة قال فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام قال فلما كانت الرابعة لم یقم فلما كانت الثالثة جمع اہله ونسائه والناس فقام بنا حتی خشنا ان یفوتنا الفلاح قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقية الشهر.

(ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۱۹۵)

## ☆ آپ نے لوگوں کو اپنے گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (مسجد میں کھجور کے پتوں یا پورے کا ایک حجرہ بنایا (تاکہ اطمینان سے وہاں عبادت کر سکیں) پس آپ ﷺ اس حجرہ میں (جو مسجد میں بنایا گیا تھا) نماز پڑھنے کیلئے نکلے۔ پھر آپ ﷺ کے پیچھے بہت لوگ (نماز میں) اقتداء کرنے لگے اور وہی نماز آپ کے پیچھے پڑھنے لگے جو نماز آپ پڑھتے تھے (یعنی تراویح) (پھر ایک رات یہ لوگ آگئے اور حاضر ہوئے کہ حضور ﷺ کی اقتداء میں تراویح پڑھیں لیکن آپ نے انکی طرف نکلنے میں دیر کی اور مسجد میں تشریف نہ لائے (صحابہؓ نے سوچا کہ شاید حضور بھول گئے اسلئے اطلاع دینے کیلئے) انہوں نے زور زور سے آوازیں دیں اور دروازے پر چھوٹے چھوٹے کنکر مارے (تاکہ آپ کو صحابہ کے آنے کا پتہ چلے اور آپ مسجد میں تشریف لے آئیں) چنانچہ حضور ﷺ انکی طرف غصہ میں نکلے اور ان سے فرمایا کہ اگر تمہاری حالت ایسی ہی رہتی (یعنی برابر میرے پیچھے تراویح پڑھتے رہتے) تو مجھے گمان ہو گیا تھا کہ یہ نماز بھی تم پر فرض نہ ہو جائے اب تم یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔

عن زید بن ثابتؓ قال احتجرت رسول اللہ ﷺ حجرۃ بخصفة او حصیر فخرج رسول اللہ یصلی فیہا قال فسمع الیہ رجال وجاؤا یصلون بصلاته قال ثم جاز لیلة فحضروا وابطأ رسول اللہ عنہم قال فلم یخرج الیہم فرفعوا اصواتہم وحصبوا الباب فخرج الیہم رسول اللہ مفضبا فقال لہم رسول اللہ ما زال بکم صنعکم حتی ظننت انہ سیکسب علیکم فعلیکم بالصلوة فی بیوتکم الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۶)

## ☆ آپ ﷺ میں رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

عن ابن عباس ان النبی یصلی فی  
رمضان عشرين رکعة و الوتر  
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶)  
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی پاک رمضان  
البارک میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے  
تھے فوائد اعلاء السنن میں اس کے تحت لکھا ہے۔

اخرجه الکشی فی مسنده والبغوی فی معجمه والطبرانی فی الکبیر له  
والبیہقی فی سننه کذا فی التعلیق الحسن (اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۲)  
یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، معجم طبرانی اور بیہقی میں آئی ہے۔ (نصب الراية ج ۲ ص ۱۵۳)  
نیز اس حدیث کو فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۹، نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۶، اوجز المسالك شرح موطا مالک ج  
۱ ص ۳۸۲ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۷ وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام رافعیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انه صلی الله علیه وسلم صلی بالناس  
عشرين رکعة لیلتین فلما کان فی  
اللیلة الثالثة اجتمع الناس فلم یخرج  
الیهم ثم قال من الغدانی خشیت ان  
تفرض علیکم فلا تطیعونها .  
آنحضرت ﷺ نے دورات بیس میں رکعت  
لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھائی جب تیسری  
رات ہوئی تو لوگ جمع ہوئے مگر آنحضرت  
ﷺ حجرہ سے باہر تشریف نہیں لے آئے  
پھر صبح کو فرمایا مجھے خیال ہو گیا کہ تم پر یہ فرض  
ہو جائے گی اور تم اس کو بھانہ سکو گے۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کو نقل کرنے بعد فرماتے ہیں هذا الحدیث متفق علی صحته من  
حدیث عائشة بدون تعیین عدد الرکعات یعنی رکعت کی تعداد کے سوا اس حدیث کی صحت  
پر جملہ محدثین متفق ہے (تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر ج ۱ ص ۱۱۹)  
صاحب اعلاء السنن اس حدیث ”جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے“ کے تحت لکھتے ہیں۔

وهذا الاثر قد یأید بمواظبة الخلفاء والصحابۃ فی لیالی رمضان علی القدر  
الذی ذکر فیہ... فالحق ان الاثر ان لم یکن صحیحاً فلا اقل من ان یکون

## حسناً (فوائد اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۳)

یعنی اس حدیث کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے رمضان کی راتوں  
میں اس تعداد اور مقدار پر بیہنگی کیساتھ عمل کیا جو تعداد اس میں ذکر کی گئی یعنی بیس رکعت..... پس صحیح  
اور حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح نہیں لیکن حسن ضرور ہے۔

## ☆ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود شرح العنایہ علی الہدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

روی ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام  
خرج لیلتین لیالی رمضان وصلی  
عشرين رکعة فلما كانت اللیلة الثانية  
اجتمع الناس فخرج وصلی بهم  
عشرين رکعة فلما كانت اللیلة  
الثالثة کثر الناس فلم یخرج علیہ  
السلام وقال عرفت اجتماعکم لکنی  
خشیت ان تکسب علیکم فکان  
الناس یصلونها فرادی الی زمن عمر  
رضی الله عنه فقال عمر انی اری ان  
اجمع الناس علی اسم واحد  
فجمعهم علی ابی بن کعب فصلی  
بهم خمس توویحات عشرين رکعة  
(شرح العنایہ علی هامش فتح القدیر  
ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸)  
روایت کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ رمضان کی کسی رات  
میں (اپنے حجرہ سے) باہر (مسجد میں) تشریف لے  
آئے اور لوگوں کو آپ ﷺ نے بیس رکعت (تراویح)  
پڑھائی دوسری رات کو بھی لوگ جمع ہوئے آپ ﷺ نے اپنے  
حجرہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی  
جب تیسری رات آئی تو لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوئے  
آپ ﷺ باہر تشریف نہیں لے آئے اور آپ ﷺ نے  
(تیسرے دن) فرمایا کہ مجھے تمہارا جمع ہونا معلوم تھا لیکن  
مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ  
کردی جائے (اسلئے میں آج تراویح پڑھانے کیلئے حجرہ  
سے باہر نہ نکلا) تو حضرت عمرؓ کے زمانے تک لوگ  
تنہا تنہا یہ نماز تراویح پڑھتے تھے پھر (کچھ سستی پیدا ہوئی  
تو) حضرت عمرؓ نے ایک امام کی اقتداء میں انکو جمع کرنے  
کا ارادہ کیا اور انکو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع  
کیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو پانچ ترویجے یعنی بیس  
رکعت تراویح پڑھاتے تھے

## ☆ امام فخر الدین حسین بن منصور قمر ماتے ہیں۔

ولسناہ روی عن ابن عباس انہ قال کان رسول اللہ یصلی عشرين رکعتی شہر رمضان ثم کان یوتر بثلاث بعدھا خص الرمضان بالذکر فالظاهر انہ اراد بہ التروایح وهو المشہور من الصحابة والتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲)

بیس رکعت تراویح پڑھنے کی دلیل ہمارے پاس وہ حدیث ہے جسکو حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کے مہینے میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے پھر اسکے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے رمضان میں اس نماز کو ادا کرنا یہ بتاتا ہے کہ یہ تراویح ہی کی نماز تھی اور صحابہ اور تابعین سے شہرت کے ساتھ یہ ثابت ہے۔

## ☆ اہم فائدہ

حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ حدیث کی سند پر بعض حضرات یہ بحث شروع کرتے ہیں کہ آیا اسکی سند صحیح ہے یا نہیں؟ لیکن اصول حدیث کی روشنی میں ان کو اس بات کا حق نہیں ہے کیونکہ جو حدیث متواتر ہو (چاہے تواتر قولی یا تواتر فعلی) اور قرون ثلاثہ مشہود ہوا بخیر میں اس پر عمل رہا ہو علماء سلف نے اسکو قبول کیا ہوا اسکی سند سے بحث کرنا اصول حدیث کے خلاف ہے اسلئے کہ وہ تو واجب العمل ہے اس پر بغیر کسی تردد و تامل کے عمل کرنا امت کے لئے ضروری ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی زمرہ النظر شرح نخبہ الفکر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اذ علم الاسناد یبحث فیہ عن صحة الحدیث وضعفہ لیعمل بہ او یرک بہ من حیث صفات الرجال وصیغ الاداء والمتواتر لایبحث عن رجالہ بل یجب العمل بہ من غیر بحث (شرح نخبہ الفکر ۱۱)

کیونکہ علم اسناد میں راویوں کے صفات اور ادائیگی کے الفاظ کے لحاظ سے حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ روایت عمل کے لائق ہے یا نہیں اور حدیث متواتر کے راویوں سے بحث نہیں کی جائیگی بلکہ بغیر کسی بحث کے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

صحاح ستہ میں کتنی احادیث ایسی ہیں جنکی سند میں کلام ہے لیکن امت کا ان پر عمل ہے۔ چونکہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر پوری اسلامی تاریخ میں صحابہ سے لیکر آج تک علماء فقہاء محدثین، مفسرین، اولیاء کرام کی اتنی بڑی تعداد کا عمل ہے کہ اتنی بڑی تعداد کا غلط یا جھوٹ پر اتفاق کرنا عادتہ محال ہے لہذا اس حدیث کو تواتر عملی کا وجہ حاصل ہے اسلئے بغیر بحث کے اس پر عمل کرنا اصول حدیث کے مطابق ضروری ہے۔

## ☆ مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں۔

کہ بعض ضعف ایسے ہیں کہ امت کے تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں (اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء بحوالہ رکعات تراویح ص ۶۰، ۶۱)

## ☆ مولانا عبدالستار صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں۔

ضعیف کی یہ تعریف ہی نہیں کہ یہ قابل عمل نہیں ہے یہ سمجھنا علم وفن حدیث و محدثین کی فہم سے ناواقفیت ہے الخ (حدیث التفاسیر ص ۱۱۶)

## ☆ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں

واکثر اہل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیر ہما من اصحاب النبی ﷺ عشرين رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وہكذا ادرکت یبلدنا بمكة یصلون عشرين رکعة (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۶)

اکثر اہل علم کا وہی مسلک ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں حضرت سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اہل مکہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

اکثر اہل علم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کچھ حضرات بیس رکعت کم تراویح پڑھتے تھے بلکہ یہ بعض دوسرے حضرات بیس سے زائد اکتالیس یا چھتیس رکعت پڑھتے تھے کیونکہ یہ لوگ ہر چار رکعت کے بعد جماعت کے بغیر کچھ نوافل پڑھتے تھے کیونکہ اہل مکہ چار رکعت کے بعد گاہے طواف کرتے تھے اہل مدینہ طواف کے عوض چار رکعت تراویح کے بعد چند رکعت نوافل کی پڑھتے تھے غرض انکی تعداد بیس سے زائد ہوتی تھی کم نہ ہوتی تھی

(ترمذی مع عرف الشذی ج ۱ ص ۱۲۲)

غرض نہ تو حضرات صحابہؓ وغیرہ سے بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا صحیح سند سے ثابت ہے نہ ہی صحابہؓ میں سے کسی نے بیس رکعت تراویح کا انکار کیا ہے اور نہ ہی کسی نے بیس رکعت کو ناجائز کہا ہے اسلئے چونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث کو تو اتر عملی کا درجہ حاصل ہے لہذا بغیر بحث کے اس پر عمل کرنا واجب ہے نیز فوائد اعلاء السنن کے حوالے سے گذر چکا ہے یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے اور حافظ ابن حجر کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

(۱) حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے زمانے میں تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھی۔

عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر انی اری لوجمعت هوء لاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه والی تنامون عنها الفضل من الی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اوله . (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۹)

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاریؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کیساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کپڑف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھا رہا تھا تو ایک گروہ اسکی اقتداء کر رہا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال ہیکہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہوگا پھر آپؓ نے اسکا پختہ ارادہ کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمرؓ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعبؓ) کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نئی چیز (یعنی جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنا) بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپؓ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

☆ غیر مقلدین اس کو کیا کہیں گے

جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو طلب فرما کر قرآن شریف جمع کرنے کے لئے کہا تو حضرت زیدؓ کو یہ کام بدعت معلوم ہوا اور حکم کی تعمیل میں عذر پیش کیا اور کہا کہ آپ ایسا کام کیوں کرتے ہو جسے آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا حضرت زیدؓ کو شیخین

کا یہ حکم اتنا مشکل معلوم ہوا کہ وہ فرماتے ہیں اگر مجھ کو پہاڑ ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ کام میرے لئے اس سے آسان تھا۔ غرض کسی طرح راضی نہ ہوئے تھے یہاں تک یہ حضرات زید کو سمجھانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور حضرت زید نے تسلیم کر کے اس کام کو شروع کیا تفصیل کیلئے دیکھئے ”بخاری شریف ج ۲ ص ۴۵۷“

”یہاں بھی قرآن جمع کرنا خیال حضرت عمرؓ کو ہی آیا اور بظاہر وہ کام کرنے جا رہے تھے جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے اصرار کے بعد قرآن جمع کیا گیا اور تراویح کا حال اس سے مختلف نہیں ہے

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں آپؓ نے فرمایا کہ لوگ دن میں تو روزہ رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرأت نہیں کر سکتے ہیں اگر تم رات کو (تراویح میں) قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہوتا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا امیر المؤمنین پہلے ایسا نہیں ہوا (کیونکہ حضور ﷺ نے چند روز پڑھا کر گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا تھا) آپؓ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے لیکن (حضور ﷺ) کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ فرض نہ ہو جائے اب اس کا احتمال نہیں اسلئے جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے پڑھنا) اب یہ اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

(۲) عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النهار ولا یحسنون ان یقرؤا فلو قرأت علیہم باللیل فقال یا امیر المؤمنین هذا شیء لم یکن فقال قد علمت ولكنه حسن فصلی بہم عشرين رکعة (رواہ ابن منیع کنز العمال ج ۸ ص ۴۰۹ الباب سابع)

(۳) عن الحسن ان عمر ابن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بہم عشرين رکعة . (الحلیث ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۰۲)

(۴) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بہم عشرين رکعة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، بلل المجہود ج ۲ ص ۳۰۴، اعلام السنن ج ۷ ص ۷۰)

(۵) عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرين رکعة والوتر (رواہ البیہقی ج ۲ ص ۲۹۹ قال النوری فی الخلاصہ اسنادہ صحیح نصب الراية ج ۲ ص ۱۵۳، مرقیات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۳، اعلام السنن ج ۷ ص ۷۰، ۶۹)

(۶) عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين رکعة (موطنک ۴۰ نصب الراية ج ۲ ص ۱۵۳)

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ پر اکٹھا کر دیا آپ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے اسکو امام تبہیؒ نے روایت کیا امام نوویؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

حضرت یزید بن رومان سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے (یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر)

(۷) عن ابن ابي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قالوا كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة قالوا كانوا يقرؤن بالمئين وكانوا يتوكلون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان من شدة القيام

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۷۰ سنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۲۹۶ بغية الالمعي في تخریج الزیلعی ج ۲ ص ۵۲ ابدل المجهود ج ۳ ص ۳۰۳)

رجال اسنادہ کلہم ثقات ذکرہا المحقق النیموی الہندی فی آثار السنن ج ۲ ص ۵۳ بغیۃ الالمعی ج ۲ ص ۱۵۳)

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اسکو علامہ نیوی نے آثار السنن ج ۲ ص ۵۳ میں نقل کیا ہے۔

(۸) عن عبد العزيز بن رفيع قال كان ابي بن كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويؤثر بثلاث

(مصنف ابن ابي شيبة ج ۲ ص ۲۸۵ ابدل المجهود ج ۲ ص ۳۰۵ اعلاء السنن ج ۷ ص ۷۰)

حضرت عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(۹) علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

اجمع الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة (مروقات شرح مشکوة ج ۳ ص ۱۹۳)

(۱۰) علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔

كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان على مثله الخ (عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۴۵۹)

(۱۱) علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔

والذي صح انهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة (مروقات شرح مشکوة ج ۳ ص ۱۹۲)

(۱۲) حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

فلما جمعهم عمر على ابي كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث (مروقات شرح مشکوة ج ۳ ص ۱۹۳)

صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

یعنی حضرات صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی تھی۔

یعنی صحیح یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

جب حضرت عمرؓ نے حضرات صحابہؓ کو حضرت ابی ابن کعبؓ کی امامت پر جمع کیا تو وہ انکو (پہلے) بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

## (۱۳) علامہ کاسائی لکھتے ہیں۔

ان عمر جمع اصحاب رسول اللہ فی شہر رمضان علی ابی بن کعب فصلی بہم فی کل لیلۃ عشرين رکعة ولم ینکر علیہ احد فیکون اجماعاً عنہم علی ذالک  
(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت عمر فاروقؓ نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر جمع کیا اور وہ انکو ہر شب بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور صحابہؓ میں سے کسی نے حضرت عمرؓ کو اس پر انکار نہ کیا تو یہ بیس رکعت پر تمام صحابہ کا اجماع و اتفاق ہوا۔

## (۱۴) حافظ بن تیمیہؒ لکھتے ہیں

فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرين رکعة فی رمضان ویؤتی ثلاث فری کثیر من العلماء ان ذالک هو السنة لانه قام بین المهاجرة والانصار ولم ینکرہ منکر  
(فتاویٰ بن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۲)

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت ابی بن کعبؓ صحابہؓ کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ یہی جمہور علماء کا مسلک ہے کہ یہی سنت ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے مہاجرین اور انصار صحابہؓ کی موجودگی میں بیس رکعتیں پڑھائی اور کسی بھی صحابی نے اس پر نکیر نہیں کی۔

## (۱۵) حضرت عمرؓ بدعتی نہ تھے۔

روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال سالت ابا حنیفۃ عن التراویح وما فعلہ عمر فقال التراویح سنة مؤكدة ولم یتخرصہ عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ و عہد من رسول اللہ (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی ۴۱۱)

حضرت اسد بن عمرو و حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمرؓ نے کیا (کہ بیس رکعت تراویح حضرت ابی بن کعبؓ کو پڑھانے کا حکم دیا) اسکے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت موکدہ ہے اور حضرت عمرؓ نے بیس رکعت خود اپنی طرف سے مقرر متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے آپؓ نے جو بیس رکعت کا حکم دیا اس کی آپؓ کے پاس ضرور اصل تھی اور ضرور انکے پاس رسول اللہ کا کوئی حکم تھا۔

## ☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل مرفوع حکمی ہے

مثال المرفوع من الفعل حکما ان یفعل الصحابی ما لا مجال فیہ للاجتہاد فینزل علی ان ذالک عنہ عن النبی (نزہۃ النظر ص ۷۷)

مرفوع فعلی حکمی کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کو کوئی دخل نہ ہو تو اسکو اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ فعل صحابی کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

**فائدہ:** بیس رکعت تراویح ان کاموں میں سے ہے جن میں اجتہاد و قیاس کا دخل



نہیں ہے اسلئے وہ مرفوع کے حکم میں ہے اور آنحضرت ﷺ سے ثابت شدہ ہے۔ محدثین کے اس اصول کی بنا پر اب اس کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہ رہا اس کے ساتھ جب تمام صحابہ نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس میں مزید قوت پیدا ہوگئی اور صحابہ کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے ولا یجوز اجتماعہم علی خلاف ما فارقہم علیہ رسول اللہ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۵) اور ممکن نہیں ہے کہ صحابہ کرام اس امر کے برخلاف اتفاق کریں جس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو چھوڑا تھا۔

## (۱۶) علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں

سال ابویوسف اباحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ ہل کان لعمر عہد من النبی ﷺ فی عشرين رکعة فقال له ابوحنیفہ کلم یکن عمر مبتدعا (فیض الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۴۲۰)

حضرت امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ کیا حضرت عمرؓ کے پاس بیس رکعت تراویح کیلئے آنحضرت کی جانب سے کوئی عہد (کوئی قول و قرار یا دلیل) تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ اپنی طرف سے ایجاد کرنے والے نہ تھے بدعتی نہ تھے (یقیناً ان کے پاس اس کا ثبوت تھا)۔

## (۱۷) حضور ﷺ نے تراویح کی جماعت کیوں چھوڑی اور

### حضرت عمرؓ نے کیوں جاری کی؟

لانه عليه الصلوة والسلام انما امرهم بصلاتها في بيوتهم لعله هي خشية الافتراض وقد زالت بموته عليه الصلوة والسلام ولم يامر بها ابوبكر لانه كان مشغولا بما هو اهم منها وكذلك عمر اوائل خلافته ومن ثم قال النووي الصحيح باتفاق اصحابنا ان الجماعة فيها الفضل بل ادعى بعضهم الاجماع فيه الخ (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۸۶)

حضور ﷺ نے (چند روز مسجد میں باجماعت نماز پڑھانے کے بعد) صحابہ کو اپنے گھروں میں نماز تراویح پڑھنے کا حکم ایک خاص علت کی وجہ سے دیا کہ اگر حضور ﷺ مسلسل جماعت کے ساتھ تراویح پڑھاتے تو اسکے فرض ہونے کا اندیشہ تھا حضور ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی اندیشہ ختم ہوا اب فرض ہونے کا احتمال نہ تھا حضرت ابوبکر خلافت کے اہم معاملات وغیرہ میں مشغول ہونے کی بنا پر اور ایسے ہی حضرت عمرؓ اپنے ابتدائی دور خلافت کے مشاغل کی بنا پر لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم نہ دے سکے (حضرت عمرؓ کو جوں ہی موقع مل گیا تو انہوں نے تراویح باجماعت کا حکم دیا) اسی وجہ سے امام نوویؒ نے فرمایا کہ شوافع کے نزدیک بالاتفاق تراویح میں جماعت افضل ہے بلکہ بعض لوگوں نے باجماعت تراویح ادا کرنے پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا ہے۔



والظاهر ان سندھم کون النبی  
بمن اقتدی به بعض المالی  
وبین العذر فی ترک المواظبة  
علی ذالک وهو خوف  
الافتراض وفيه اشارة الی انه  
لولا ذالک لاستمر علی صلوته  
بهم علی تلک الحال فلما زال  
ذالک الخوف بوفاته علیہ  
الصلوة والسلام زال المانع  
(غنیة المتعلی شرح منیة المصلی ۳۴۸)

جو لوگ تراویح کی جماعت کو افضل قرار دیتے ہیں  
انکی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے چند رات صحابہ  
کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی اور پھر  
چھوڑ دیا اور بیہوشی کے ساتھ باجماعت تراویح  
پڑھنے کو اس عذر کی بنا پر چھوڑ دیا کہ کہیں فرض نہ  
ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ فرض  
ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو حضورؐ اسی طرح انکو  
باجماعت نماز برابر پڑھاتے رہتے۔ بہر حال جس  
عذر کی بنا پر حضورؐ نے جماعت چھوڑ دیا چونکہ  
وہ عذر حضورؐ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا  
(اسلئے حضرت عمرؓ نے دور بارہ جماعت کا حکم دیا)

## (۱۸) اہل حدیث کے پیشوا مولانا ندیر حسینؒ لکھتے ہیں

صحابہ کی یہ عادت تھی کہ بلا حکم اور بلا اجازت رسول اللہؐ کے کوئی شرعی اور دینی کام محض اپنی طرف  
سے قائم و جاری نہیں کرتے تھے (فتاویٰ ندیریہ ج ۱/۲۷۷)

## ☆ خلاصہ کلام

مندرجہ بالا تمام تفصیل سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) حضورؐ اگرچہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے رہتے تھے لیکن رمضان المبارک کے مہینے  
میں اور خاص طور پر آخری عشرہ میں عبادت کا خود بھی خاص اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب  
دیتے تھے (۲) رمضان میں تراویح پڑھنا سنت ہے (۳) حضورؐ نے خود بھی تین رات  
۲۳/۲۵/۲۷ کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی (۴) مسلسل جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے میں

چونکہ تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ تھا اسلئے حضورؐ نے جماعت کو چھوڑا (۵) حضورؐ نے  
صحابہ کو بیس رکعت تراویح پڑھائی اسکی تائید صحابہ کے تواتر عملی سے بھی ہوتی ہے (۷) تواتر عملی سے  
جو عمل ثابت ہو جائے اس میں سند سے بحث کرنا اصول حدیث کے خلاف ہے (۸) حضرت ابو بکرؓ  
اپنے پورے دور خلافت میں اور حضرت عمرؓ ابتداء زمانہ خلافت میں دیگر اہم امور میں مشغول ہونے کی  
بنا پر تراویح باجماعت کا فرمان جاری نہ کر سکے (۹) حضرت عمرؓ کے زمانے میں چونکہ وہ عذر بھی نہ تھا  
جسکی وجہ سے حضورؐ نے جماعت کو چھوڑ دیا تھا اسلئے موقع اور فرصت ملتے ہی انہوں نے صحابہؓ  
کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا (۱۰) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو جماعت تراویح ادا ہوتی  
تھی وہ بیس رکعتیں تھیں حافظ ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق وہاں مہاجر اور انصار صحابہ موجود تھے کسی  
نے اس پر انکار نہ کیا اسلئے بیس رکعت کی تائید اجماع صحابہؓ سے بھی ہوئی (۱۱) حضرت عمرؓ نہ بدعت  
جاری کرنے والے تھے اور نہ ہی عام صحابہؓ بقول شیخ الکل سید ندیر حسینؒ کوئی شرعی اور دینی کام حضورؐ  
ﷺ کی اجازت کے بغیر قائم اور جاری کرتے تھے۔

## ﴿اگر بیس رکعات تراویح کا ثبوت حضرت عمرؓ سے ہی مانیں﴾

اب تک کی تفصیل سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ حضورؐ نے خود بھی بیس رکعات تراویح حضرات  
صحابہؓ کو پڑھائیں، اگر تھوڑی دیر کیلئے یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حضورؐ سے صحیح سند سے بیس رکعات  
تراویح ثابت نہیں ہیں بلکہ حضرت عمرؓ ہی نے امت کو بیس رکعات تراویح کا حکم دیا۔ تب بھی حضرت عمر  
کا یہ فعل وحکم سنت ہی ہے اور انکی اتباع ضروری ہے حضورؐ نے انکی اتباع کی تاکید بہت زیادہ کی  
ہے احادیث مبارکہ پر جس شخص کی نظر ہو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ ہم علماء ربانین کے  
کچھ ارشادات آگے نقل کریں گے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے جسکا اقرار غیر مقلدین  
کے علماء کو بھی ہے اور کچھ عبارات غیر مقلدین کے علماء کی درج کریں گے فی الحال ہم حضورؐ کے چند  
مبارک ارشادات ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔

(۱) عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ليأتين علي امتي كما اتى علي بنى اسرائيل حذوا النعل بالنعل وان بنى اسرائيل تفرقت علي ثنتين وسبعين ملة وتفترق امتي علي ثلث وسبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحلة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي (مشكوة ۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت پر وہ تمام (احوال) آئینگے جو بنی اسرائیل پر آچکے ہیں..... بنو اسرائیل کے بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت کے بہتر فرقے ہو جائینگے وہ سب کے سب ایک ملت کے علاوہ، جنہی ہونگے صحابہؓ نے عرض کیا وہ ملت کونسی ہے؟ فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث پاک میں حضور ﷺ ناجی فرقہ اسکو کہتے ہیں کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہو اور تراویح کے بارے میں تمام صحابہؓ یکساں رکعت کے قائل تھے۔

(۲) ان رسول الله قال ستحدث بعدی اشیاء فاحیها الی ان تلزموا ما حدثت عمر (طحاوی علی مرقی الفلاح ۴۱۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بہت سی باتیں ظاہر ہوں گی مجھے انہیں سب سے زیادہ محبوب وہ چیز ہے جسکو عمرؓ نے ظاہر کیا ہو تم سب اسکو لازم کر لینا۔

**فائدہ:** تراویح آٹھ رکعت ہیں یا گیارہ ہیں، اکیس یا چھتیس ہیں یا اس سے کم و بیش ہیں حضرت عمرؓ نے چونکہ بیس کا حکم دیا اسلئے حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق اسکو لازم کر لینا ہے۔

(۳) عن ابن عمر قال رسول الله ان الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه (رواه الترمذی) وفي رواية ابی دؤاد عن ابی ذر قال ان الله وضع الحق على لسان عمر يقول به (مشكوة ۵۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری کیا (اسکو ترمذی نے روایت کیا) اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان پر حق رکھ دیا ہے آپ حق بات ہی کہتے ہیں۔

**فائدہ:** جب حضرت عمرؓ حق بات ہی کہتے ہیں تو انکی بیس رکعات تراویح قبول کرنے میں کیا عذر ہے؟

(۴) عن حذيفة قال رسول الله انی لا ادري ما بقائي فيكم فاقصدوا بالذين من بعد ابی بكر وعمر (مشكوة شریف ۵۶۰)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تم لوگوں میں (زندہ) رہوں میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

**فائدہ:** حضرت عمرؓ نے بیس رکعات تراویح کا حکم دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اقتداء کا حکم دیا پھر بھی کوئی بیس نہ پڑھے کیا اسنے حضور ﷺ کا ارشاد نہیں ٹھکرایا؟ نعوذ باللہ

(۵) عن العرباض بن سارية فقال فانه من يعیش منكم بعدی فیسری اختلافاً کثیراً فعملیکم بستی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوبها وعضوا علیها بالنواجذ (مشكوة ص ۳۰/۲۹)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے (ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد وہ حضور ﷺ کی وصیت نقل کر رہے ہیں کہ) حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگ تم میں سے میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلاف دیکھیں گے ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑے رکھو اور ڈاڑھوں سے اسکو مضبوط تھام لو۔

## فائدہ:

آجکل عام انسان دیکھ رہا ہے کہ کچھ لوگ اسکو آٹھ رکعت پڑھنے کو کہہ رہے ہیں اور کچھ لوگ بیس کی تلقین کر رہے ہیں اس لئے حضور ﷺ نے پہلے ہی بتایا کہ صرف ان لوگوں کی بات تسلیم کرنا جنکی تصدیق خلفاء راشدین کے عمل سے ہو رہی ہو اور خلفاء راشدین صرف اور صرف بیس ہی رکعات تراویح پڑھتے تھے اور آگے آپ دیکھیں گے کہ تمام صحابہ بیس رکعت ہی پڑھتے تھے غیر مقلدین کے علماء میں سے مولانا نذیر حسین اور مولانا ثناء اللہ کی عبارات بھی نقل کریں گے کہ خلفاء راشدین کا عمل و حکم عین سنت ہی ہے۔

## ☆ ایک سوال کا جواب

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے ان احادیث کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور صحابہ خاص طور پر خلفاء راشدین کا حکم عمل سر آنکھوں پر لیکن جس وقت صحابہ کا عمل حضور ﷺ کی صاف و صریح حدیث کے خلاف ہو تو اسوقت ہمیں صرف اور صرف حضور ﷺ کے فرمان کی تابعداری کرنی ہے حضور ﷺ کے فرمان کو ہم کسی صحابی کیوجہ سے (چاہے وہ عمر فاروق ہی کیوں نہ ہو) نہیں چھوڑ سکتے ہیں چونکہ حضور ﷺ سے صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور پڑھانا ثابت ہے اسلئے ہم آٹھ ہی رکعات پڑھیں گے۔ اس کے برخلاف چاہے امت اور صحابہ کا کتنا ہی اتفاق ہو ہم ان کی اقتداء سے اسوقت معذور ہیں کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری موجودگی میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی اتباع بھی درست نہیں ہے جب کسی نبی کی اقتداء حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے درست نہیں تو ایک امتی چاہے وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو اقتداء کیسے درست ہو سکتی ہے؟

## ☆ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

(۱) کیا یہ ممکن ہے حضرات صحابہ حضور ﷺ کے برخلاف کسی ایسے عمل پر اتفاق کریں جو حضور ﷺ کے فرمان کے صریح مخالف ہو؟

(۲) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی موجودگی میں اپنی رائے پر لوگوں کو زبردستی جمع کر سکتے تھے؟

(۳) اگر حضرت عمرؓ نے خدا خواستہ حضور ﷺ کے عمل و فرمان کے برخلاف اپنا کوئی فرمان جاری کیا تو کیا صحابہ میں کسی کی جرأت ایمانی نے عمرؓ کو نہ ٹوکا حالانکہ ایسے واقعات کتنے ہیں کہ عمر کو مردوں ہی نہیں بلکہ عورتوں تک نے بھی ٹوکا۔

یہ سوالات ایسے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا ایسا جواب نہیں دے سکتا ہے جسے صحابہؓ کے مقدس گروہ پر کوئی حرف یا کوئی الزام آسکے یہ شیعہ لوگوں کی ذہنیت ہے کہ صحابہؓ حضور ﷺ کے خلاف عمل و حکم دے سکتے ہیں مسلمان ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا ہے جب حقیقت یہ ہے کہ صحابہؓ حضور ﷺ کے حکم کے برخلاف کوئی حکم نہیں دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی واقعہ ایسا پیش کیا جاسکتا ہے کہ صحابہؓ نے کبھی ایسی کوئی حرکت کی ہو تو اب اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح قطعاً ثابت ہی نہیں ہیں آگے ان دلائل پر تفصیلی کلام آئیگا وہاں آپ خود ہی جان لیں گے کہ آٹھ رکعات تراویح جب حضور ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہیں تو صحابہؓ کا اس کے برخلاف کیسے عمل ہو سکتا تھا، بلکہ ہم غیر مقلدین کے مقتدر علماء کی تحریرات پیش کریں گے انکا کہنا ہے کہ حضور ﷺ سے اگرچہ تراویح پڑھنا ثابت ہے لیکن حضور ﷺ نے کتنی رکعت تراویح پڑھیں۔ آٹھ تھیں یا کم و بیش احادیث سے اسکا ثبوت نہیں ملتا ہے، غرض جب غیر مقلدین کے اُن اکابر علماء کا یہ فرمان ہے کہ تراویح کی صحیح تعداد حضور ﷺ سے ثابت ہی نہیں تو پھر اس سوال کی کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں رہ جاتی کہ حضرات صحابہؓ نے (نعوذ باللہ) حضور ﷺ کے عمل یا فرمان کے خلاف کوئی حکم دیا ہو۔

یہ سوال عام طور پر غیر سنجیدہ لوگ پیش کرتے رہتے ہیں امید ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل سے وہ اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کیلئے آمادہ ہو جائیں۔

## ☆ حضرات صحابہ کا ایمان معیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا انؤمن كما آمن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون (البقرة آية ۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہؓ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف لائے ہیں خبردار ہو جاؤ یقیناً یہی بیوقوف ہیں لیکن جاننے نہیں۔ (ترجمہ از مولانا جونا گڑھی)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا صلاح الدین یوسف (اہل حدیث عالم) تحریر فرماتے ہیں صحابہؓ نے اسی سعادت مندی کا ثبوت مہیا کیا ہے اسلئے وہ کچھ مومن ہی نہیں بلکہ ایمان کیلئے ایک معیار اور کسوٹی ہیں اب ایمان انہی کا معتبر ہوگا جو صحابہ کرامؓ کی طرح ایمان لائیں گے (تفسیری حواشی از صلاح الدین یوسف حاشیہ ۳)

جب صحابہؓ کا ایمان معیار ہے تو ان کا متفق عمل کیوں معیار اور کسوٹی نہیں بن سکتا ہے؟ کیا انکے متفق علیہ مسائل کے خلاف ورزی کرنے سے اس معیار و کسوٹی کا انکار لازم نہیں آتا؟

## (۱) حضرت عثمان کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھی۔

(۱۰) عن السائب بن يزيد قال كانوا بقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة وكانوا يقرؤون بالمئين وكانوا يأتون على عصيهم في عهد عثمان من شدة القيام صححه النووي في الخلاصة وابن العربي في شرح التقريب والسيوطي في المصابيح كذا في آثار السنن والتعليق الحسن

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۷۶۹)

حضرت سائب بن يزيد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرات صحابہؓ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے اور مئین (یعنی ایک سو سے زائد آیات والی سورتیں) پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دور میں تو بعض لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاشیوں کا سہارا لیا کرتے تھے (یعنی انکے زمانے میں طویل قرأت ہوتی تھی) اس کو امام نووی نے خلاصہ میں اور ابن عربی نے شرح تقریب میں اور علامہ سیوطیؒ نے المصابیح میں صحیح کہا ہے۔ آثار السنن اور التعليق الحسن میں اسی طرح ہے۔

## (۲) علامہ عینیؒ لکھتے ہیں

كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلى مثله

(صنی شرح بخاری ج ۵ ص ۵۹)

## (۳) حضرت علیؓ کے زمانے میں

عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي قال ودعا القراء في رمضان فامرهم رجلا ان يصلوا بالناس عشرين ركعة قال وكان علي يوتر بهم وروى ذالك من وجه آخر عن علي انتهى كذا في التعليق الحسن الخ

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۸)

(۲) عن ابي الحسن ان عليا امر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة

(روہ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

، فوائد اعلاء السنن ج ۷ ص ۷۷

یعنی حضرات صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں

حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات (قاریوں) کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت ابو الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویجے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

(۳) عن ابی الحسناء ان علی بن ابی طالب امر رجلاً ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة

(رواہ البیہقی فی سننہ ج ۲ ص ۶۹۹ اعلی السنن ج ۷ ص ۷۹)

حضرت ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحتے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

(۴) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

واکثر اہل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۶)

جمہور اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

(۵) علامہ ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں۔

اجمع الصحابة علی ان التراويح عشرون رکعة (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

حضرات صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

(۶) علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں

وبالجملة فلم نجد في اثر مانهم كانوا يقومون باقل من عشرين الامارواه محمد بن يوسف وقد بينا ما فيه من الاضطراب في المتن فلاحجة فيه النج (اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں کسی بھی روایت میں یہ بات نہ مل سکی کہ صحابہ بیس رکعت سے کم تراویح پڑھتے تھے سوائے اس روایت کے جسکو محمد بن یوسف نے روایت کیا ہے اور اسکے متن میں جو اضطراب ہے وہ ہم نے بیان کیا ہے اسلئے وہ دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

**فائدہ :** اس روایت پر بحث آگے آرہی ہے اس پوری تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم تراویح نہیں پڑھتا تھا۔

☆ سوید بن غفلہ بیس رکعت پڑھاتے تھے

عن ابی الخصب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة (رواہ البیہقی ج ۲ ص ۶۹۹ و سننہ حسنہ ج ۷ ص ۷۹)

حضرت ابوخصیبؓ سے مروی ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے پس وہ پانچ ترویحتے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اسکو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

☆ حضرت علی بن ربیعہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة كان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث و سندہ صحیح کذا فی (آثار السنن ج ۲ ص ۵۶ اعلی السنن ج ۷ ص ۷۹ و سنن المجہود ج ۲ ص ۳۰۵)

حضرت سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحتے (یعنی بیس رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

☆ حضرت ابوالخثریؓ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث (اعلاء السنن ج ۷ ص ۷۷)

حضرت ابوالخثریؓ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحتے (بیس رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

## ☆ حضرت عطاء کا فرمان

عن عطاء قال ادرکت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة بالوتر (رواه ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵ واسنادہ حسن بذل المجہود ج ۲ ص ۳۰۵)

## ☆ حضرت ابن ابی ملیکہؓ تیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے

عن نافع مولى ابن عمر قال كان ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرين ركعة (رواه ابو یوسف بن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵ واسنادہ صحیح بذل المجہود فی حل ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۵)

## ☆ حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبیؐ عشرين ركعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک (ترمذی شریف مع العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)

## ☆ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی تیس رکعت سے کم کا قائل نہیں ہے

ائمہ اربعہؒ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ

میں سے کوئی ایک امام بھی تیس رکعت تراویح سے کم کا قائل نہیں ہے۔

فذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة وبعض المالكية الى ان التراویح عشرون ركعة لما رواه مالك عن يزيد بن رومان والبيهقي عن السائب بن يزيد من قيام الناس فی زمان عمر بعشرين ركعة وجمع عمر الناس علی هذا العدد من الركعات جمعا مستمرا قال الكاساني جمع عمر اصحاب رسول الله في شهر رمضان علی ابی بن كعب فصلى بهم عشرين ركعة ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعا منهم علی ذلك (الموسوعة الفقهية ج ۲ ص ۱۴۱)

پس جمہور فقہاء حنفیہ، شوافع، حنابلہ اور بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تراویح تیس رکعات ہیں جیسا کہ حضرت مالک نے یزید بن رومان سے اور بیہقی نے سائب بن یزید سے یہ نقل کیا ہے کہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تیس رکعات تراویح پر اس طرح جمع کا کہ وہ ہمیشہ ہی تیس رکعات پڑھتے تھے۔ علامہ کاسانی نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو رمضان المبارک میں ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ انکو تیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس پر انکار نہ کیا تو تیس رکعات پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

## ☆ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ماروی الحسن عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قال القیام فی شہر رمضان سنة لا ینبغی ترکھا یصلی اہل کل مسجد فی مسجدہم کل لیلة سوی الوتر عشرين رکعة خمس ترویجات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲)

**فائدہ:** حضرت حسن بن زیاد امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اسلئے یہ مضبوط شہادت وسند ہے۔

## ☆ حضرت امام مالکؒ کا مسلک

وقال المالکۃ القیام فی رمضان بعشرين رکعة اوبست وثلاثین واسع ای جائز فقد کان السلف من الصحابة یقومون فی رمضان فی زمن عمر بن الخطاب فی المساجد بعشرين رکعة ثم یوترون بثلاث ثم صلوا الی زمن عمر بن عبدالعزیز متا وثلاثین رکعة غیر الشفع والوتر قال المالکۃ وهو اختیار مالک فی المدونة قال هو الذی لم یزل علیہ عمل الناس ای بالمدينة بعد عمر بن الخطاب وقالوا کره مالک نقصها عما جعلت بالمدينة (الموسوعة الفقهية ج ۲ ص ۱۲۳)

حضرت امام مالکؒ کے مقلدین فرماتے ہیں کہ رمضان میں بیس یا چھتیس رکعتیں تراویح پڑھنا جائز ہے اسلئے کہ سلف صالحین حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں مسجدوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے زمانے میں وتر اور اسکے بعد کی دو رکعتوں کے علاوہ چھتیس رکعتیں پڑھنے لگے۔

اور مالکیہ نے کہا حضرت امام مالکؒ کا پسندیدہ قول مدونہ میں یہی مذکور ہے اور کہا حضرت عمرؓ کے بعد مدینہ میں برابر لوگوں کا اس پر عمل رہا اور انہوں نے کہا کہ حضرت امام مالکؒ اس مقدار میں کمی کو ناپسند کرتے تھے جو مدینہ میں مقرر تھی۔

## ☆ چھتیس رکعت پڑھنے کی وجہ

ان اهل مكة كانوا يطوفون بين كل ترويحين ويصلون ركعتي الطواف ولا يطوفون بعد الترويحة الخامسة فاراد اهل المدينة مساواتهم فجعلوا مكان كل طواف اربع ركعات فزادوا ستة عشرة ركعة وما كان عليه اصحاب رسول الله احق واولی ان يتبع (عمدة القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۴۵۹)

چونکہ اہل مکہ (حرم پاک) میں ہر چار رکعت کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور ہر طواف کی دو رکعتیں پڑھتے تھے لیکن آخری چار رکعتوں کے بعد طواف نہیں کرتے تھے اہل مدینہ (کو چونکہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں پڑھنا ممکن نہ تھا اسلئے انہوں نے) اہل مکہ کے ساتھ برابری کرنی چاہی تو وہ ہر طواف کے عوض چار رکعت (نفل) پڑھنے لگے اور (اہل مکہ چونکہ چار طواف کرتے تھے اسلئے اہل مدینہ نے بیس رکعت پر) سولہ رکعات کا اضافہ کیا (اس طرح تراویح اور نفل ملا کر چھتیس رکعتیں ہوئی) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کی اقتداء و اتباع زیادہ بہتر ہے (یعنی وہ چونکہ بیس ہی پڑھتے تھے اسلئے بیس رکعتیں ہی اولیٰ وافضل ہیں)



## ☆ علامہ اشیح محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں

والعشرون هو المذکور من منہ فی کثیر من  
کبہم کالانوار الساطعة والندسوقی علی  
الشرح الکبیر (معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۶)  
بیس رکعت ہی ان (مالکیہ) کی بہت سی کتابوں  
میں مذکور ہیں ہیں جیسے کہ الانور الساطعة اور  
الندسوقی علی الشرح الکبیر کے اندر ہے۔

## ☆ مالکیہ کے نزدیک قول مختار

امام مالک کی طرف اگرچہ چھتیس رکعت کی نسبت کی گئی لیکن ان کے مقلدین کا عمل اور انکی فتہی  
کتابوں کی روشنی میں ان کا مذہب مختار بھی یہی ہے کہ بیس رکعت پڑھی جائیں چنانچہ اسکی تصریح اکابر  
مالکیہ میں علامہ ابن عبدالبرؒ نے کی ہے

## ☆ علامہ بنوریؒ لکھتے ہیں

وبالجملة عشرون رکعات من  
التراویح هو قدر متفق بین الامة والائمة  
من غیر خلاف وانما الخلاف فیما زاد  
ولاحجة فی خلاف مالک فی ذالک  
وقد خالفه من کبار اهل منہ مثل  
الحافظ ابی عمر ابن عبدالبر حیث قال  
بعد التذلیل بعشرین رکعة وهو قول  
جمهور العلماء وهو الاختیار عندنا  
(معارف السنن ج ۵ ص ۵۴۵)  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح امت  
اور (ائمہ اربعہ) کے درمیان متفق علیہ مقدار  
ہے انہیں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں بیس سے  
زائد میں اختلاف ہے لیکن امام مالک کے اس  
مسئلہ کے اندر اختلاف کرنے میں کسی طرح کی  
حجت نہیں اسلئے کہ ان کے مقلدین میں سے  
اکابر علماء نے انکی مخالفت کی ہے جیسے حافظ  
ابو عمر ابن عبدالبر نے بیس رکعت کو مدلل کرنے  
کے بعد فرمایا کہ یہی جمہور علماء کا مذہب ہے  
اور یہی ہمارے نزدیک بھی مذہب مختار ہے۔

**فائدہ :** محدث کبیر مولانا حبیب الرحمنؒ عظمیٰ فرماتے ہیں کہ یعنی اور جوزی نے امام مالک کی طرف  
بلا سند آٹھ رکعت کی نسبت کی ہے جبکہ بدلیہ المجتہد اور المدوۃ الکبریٰ مالکیہ کی بہت مستند کتابیں ہیں لیکن  
انہیں گیارہ یا آٹھ رکعت کا تذکرہ تک بھی نہیں ہے امام مالک کے بلا واسطہ شاگرد اور انکے مذہب کے مدون  
ابن قاسم اور ابن ابیمن ہیں ان میں کوئی بھی امام مالک سے آٹھ رکعت تراویح نہیں نقل کرتا ہے۔ اب  
انصاف سے کہیں کہ جو بات امام مالک سے انکے بلا واسطہ شاگرد (ابن قاسم اور ابن ابیمن وغیرہ) نقل کرتے  
ہیں وہ قابل اعتماد ہے یا ایک حنفی (علامہ عینی) اور ایک شافعی (علامہ جوزی) جو امام مالک سے سینکڑوں برس  
بعد پیدا ہوئے کی بات مقبول ہے ظاہر ہے بلا واسطہ شاگرد کی بات زیادہ قابل اعتماد ہے انہیں سے کوئی بھی  
آٹھ رکعت کی نسبت امام مالک کی طرف نہیں کرتا ہے (خلاصہ از رکعات تراویح ۸۸۷-۸۸۸)

## ☆ حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی  
وعمر وغیرہما من اصحاب النبیؐ  
عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن  
المبارک والشافعی وقال الشافعی وهکذا  
ادرکت ببلدنا بمكة یصلون عشرین رکعة  
(ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۶)  
امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا وہی  
مسلک ہے جو حضرت عمرؓ علیؓ اور دوسرے صحابہؓ  
سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں  
حضرت سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ  
کا بھی یہی قول ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ  
میں نے دیکھا کہ اہل مکہ بیس رکعات پڑھتے  
تھے۔

**فائدہ :** امام ترمذیؒ چونکہ امام شافعیؒ کا مسلک بیس رکعت نقل کر رہے ہیں اسلئے مزید تفصیل  
اور حوالجات کی ضرورت نہیں ہے۔



## ☆ حضرت امام احمد بن حنبلؒ

وقال الحنابلة لا ينقص من العشرين ركعة ولا باس بالزيادة عليها نسا قال عبد الله بن احمد رایت ابی یصلی فی رمضان مالا احصى وكان عبد الرحمن بن الاسود یقوم باربعین ركعة الخ (مطلب ولی النبی ج ۱ ص ۵۶۳، كشف القناع ج ۱ ص ۴۲۵، الموسوعة الفقهية ج ۲ ص ۱۳۳)

قال الامام ابن قدامة الحنبلي : وعددها عشرون وبه قال الثوري وابو حنيفة والشافعي (المعنى لابن قدامة ج ۱ ص ۷۴۸)

حضرات حنابلہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات سے کم نہ کیا جائے البتہ اس سے زیادہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عبد اللہ بن احمد (حضرت امام احمد بن حنبل کے فرزند) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو رمضان میں بے شمار رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا اور عبد الرحمن بن الاسود چالیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد حنبلیؒ) کے نزدیک بیس رکعت ترویخ پسندیدہ ہیں امام ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

فقہ حنبلی کی مستند کتاب الاقناع ج ۱ ص ۱۴۷ میں ہے ”التراویح عشرون ركعة فی رمضان الخ“ (الاقناع بحوالہ رکعات تراویح ۹۱) رمضان میں تراویح بیس رکعت ہیں۔

وقال الحنابلة وهذا فی مظنة الشهرة بحضرة الصحابة فكان اجماعا (كشف القناع ج ۱ ص ۴۲۵، الموسوعة الفقهية ج ۲ ص ۱۴۲)

حضرات حنابلہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پڑھنا صحابیگی موجودگی میں بہت مشہور ہے تو یہ صحابہ کا اجماع ہے۔

**فائدہ:** امام ترمذیؒ نے جو یہ فرمایا کہ وقال احمد روی فی هذا الوان ولم يقض فيه بشئ

”امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تراویح کی رکعتوں کے سلسلے میں مختلف باتیں روایت کی گئیں جن میں کوئی بھی لازمی نہیں ہے“ اسکا مطلب یہ ہے کہ بیس سے زائد میں روایتیں مختلف ہیں اور انہیں کوئی بھی لازمی نہیں ہے لیکن بیس کے بارے میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ باحوالہ گذر چکا ہے اس کے باوجود جو لوگ امام احمد بن حنبل کی طرف بیس رکعات سے کم کی نسبت کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ خود امام احمد بن حنبلؒ کی اس بارے میں کوئی تصریح پیش کریں جو یقیناً انکے پاس موجود نہیں ہے جبکہ آجکل کے حنابلہ کا عمل بھی بیس رکعت پر ہی ہے۔

## ☆ خلاصہ کلام ☆

☆ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد ہے۔

ثم ان ائمة المذاهب الاربعة قلده على كون التراويح عشرين ركعة ومن زاد عليها جعلها نفلا مطلقا وحالا انفراديا يصلها الرجل لنفسه اما العشرون فوضعوا لها الجماعة (فيض الباري ج ۲ ص ۴۲۰/۴۲۱)

مذہب اربعہ کے ائمہ نے بیس رکعت تراویح ہونے میں حضرت عمرؓ کی تقلید کی ہے اور جو بیس رکعت سے زائد کا قائل ہے وہ انکو مطلق نقل اور انفرادی حالت پر محمول کرتا ہے لیکن بیس رکعت کیلئے جماعت کو رکھا (یعنی بیس رکعتیں جماعت کے ساتھ ادا ہوگی) اور یہی سنت تراویح ہیں اسکے علاوہ کوئی کچھ زائد نقل نمازیں تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا چاہے تو اسکو کون روک سکتا ہے۔

ولم يقل احد من الائمة الاربعة  
بأقل من عشرين ركعة فيها  
وكونها عشرين ركعة مذهب  
جمهور الصحابة

(معارف السنن ج ۵ ص ۵۳۳)

☆ دیگر بعض محدثین اور مشائخ کا ارشاد

☆ حافظ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں۔

ولعلمهم في وقت اجازو اتطول القيام على  
عدد الركعات فجعلوا عشرين وقد استقر العمل  
على هذا (المصباح ۶ بحوالہ خير الفتاوى ج ۲ ص ۲۰۰)

☆ امام محی الدین نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں

اعلم ان صلاة التراويح سنة باتفاق المسلمين  
وهو عشرون ركعة  
(كتاب الاذکار ۸۳ بحوالہ خير الفتاوى ج ۲ ص ۵۹۹ اور بیس رکعات ہیں۔)

☆ حکیم الامت امام غزالی تحریر فرماتے ہیں

التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيةها  
مشهورة وهي سنت مؤكدة  
(احياء العلوم ج ۱ ص ۲۶۷)

تراویح کی نماز میں بیس رکعتیں ہیں انکی  
کیفیت مشہور ہے یہ نماز سنت مؤکدہ ہے  
(احیاء العلوم اردو ج ۱ ص ۳۴۴)

☆ محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں

صلوة التراويح سنة النبي وهي عشرون  
ركعة (غنية الطالبين ۴۶۴)  
تراویح کی نماز حضور ﷺ کی سنت ہے  
اور وہ بیس رکعات ہیں۔

نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہیں ہر دوسری رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیرے الخ (مترجم غنیۃ الطالبین ۳۹۲)

☆ علماء احناف اور بیس رکعت تراویح

بعض لوگ علماء احناف کی ناقص عبارات مرجوح روایات اور غیر متداول کتب سے  
عبارات نقل کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علماء احناف بھی بیس رکعت سے کم  
تراویح کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اگر پوری عبارت نقل کرتے یا رائج اور مفتی بدقوال بیان کرتے  
اور متداول اور مشہور کتب سے حوالہ نقل کرتے تو نہ خود فریب کھاتے اور نہ ہی عوام الناس کو غلط فہمی میں  
بتلا کرتے ذیل میں ہم علماء احناف کی اہم کتابوں کے حوالجات نقل کرتے ہیں تاکہ اصل حقیقت  
سامنے آسکے اور وہ غلط فہمی جو پیدا کی جا رہی ہے وہ بھی دور ہو جائے۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں صفحہ ۴۵ پر فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے  
کہ حضرت حسن بن زیاد حضرت امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ اور یہی  
جمہور صحابہؓ اور پوری امت کا متفق مسئلہ ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بیس  
رکعت تراویح صحیح سند سے ثابت نہیں ہے تو وہ علم سے کتنا بے خبر ہے۔

**فائدہ:** احناف چونکہ حضرت امام اعظمؒ کے ہی مقلد ہیں اسلئے ان کیلئے امام صاحب کا قول ہی کافی ہے  
دیگر علماء احناف کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت اسلئے نہیں کیونکہ یہ سب خود ہی حضرت امام صاحبؒ کے  
مقلد ہیں لیکن غیر مقلدین چونکہ مسلسل ایک غلط روش اختیار کئے ہوئے ہیں اسلئے اس کے تدارک کیلئے دیگر  
حوالجات بھی نقل کئے جا رہے ہیں۔

## ☆ حضرت امام ابو یوسفؒ

سأل ابو يوسف ابا حنيفة هل كان لعمر عهد من النبى في عشرين ركعة فقال له ابو حنيفة لم يكن عمر مبتدعا (فيض الباري ج ۲ ص ۳۲۰)

حضرت امام ابو یوسفؒ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ کیا حضرت عمرؓ کے پاس بیس رکعت تراویح کیلئے آنحضرت ﷺ کی جانب سے کوئی عہد (کوئی قول قرار یا دلیل) تھا حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ اپنی طرف سے ایجاد کرنے والے نہ تھے بدعتی نہ تھے (یقیناً ان کے پاس اس کا ثبوت تھا اور کسی کتاب میں نہ یہ درج ہے کہ امام ابو یوسفؒ بیس رکعت تراویح سے کم کے قائل تھے اور نہ ہی لکھا ہے کہ وہ خود بیس رکعت سے کم تراویح پڑھتے تھے)۔

## ☆ حضرت امام محمدؒ

حضرت امام محمدؒ نے موطا محمد میں ”قیام شہر رمضان“ کا باب قائم کر کے اس کے تحت مختلف روایات درج کی ہیں اور آخر میں وہ حدیث نقل کی ہے جس میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے انکو ایک امام کی اقتداء میں جمع کیا اسکے بعد لکھتے ہیں۔

قال محمد و بهذا كله ناخذ لابس بالصلوة في شهر رمضان ان يصلي الناس تطوعا بامام لان المسلمين قد اجمعوا على ذلك وراوه حسنا وقد روى عن النبي انه قال ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وماراه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح (موطا محمد ۱۲۳/۱۲۴)

امام محمدؒ کہتے ہیں اس تمام پر ہمارا عمل ہے رمضان کے مہینے میں اس نماز کو ایک امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اور مسلمانوں نے اسکو اچھا سمجھا ہے اور حضور ﷺ سے روایت کیا گیا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسکو مسلمان برا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی برا ہے۔

**فائدہ:** یہ بات بار بار تفصیل سے آچکی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ انکو بیس رکعت پڑھاتے تھے چونکہ حضور ﷺ نے بیس رکعت تراویح پڑھائی تھی جس پر حضرات صحابہؓ کا عملی توازن ایک مضبوط دلیل ہے۔ اسلئے بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی البتہ حضور ﷺ نے چونکہ ایک خاص عذر کی بنا پر جماعت کو چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ عذر زائل ہو چکا تھا اسلئے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو پھر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے کسی کو غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ جس چیز کو حضور ﷺ نے چھوڑا تھا حضرت عمرؓ نے اسکو کیوں دوبارہ جاری کیا؟ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اولاً تو حضور ﷺ نے عذر کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ دیا تھا بعد میں چونکہ یہ عذر باقی نہ رہا اسلئے اس میں کوئی حرج نہ تھا نیز صحابہؓ کی جماعت نے اسکو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا اسلئے اسکے اچھے ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ امام محمدؒ اسکی وضاحت حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے کر رہے ہیں کہ جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے چونکہ تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مسلمانوں نے اسکو اچھا سمجھا اسلئے اسکے اچھا ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ امام محمدؒ کے الفاظ پر پھر غور کرو قد اجمعوا علی ذالک وراوه حسنا الخ صحابہؓ نے اس پر اتفاق کیا اور اس کو اچھا جانا ظاہر ہے کہ کوئی یہ نہیں بتا سکتا ہے کہ حضرات صحابہؓ نے آٹھ رکعت پر اتفاق کیا تھا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ صحابہؓ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے پر اتفاق کیا اور اسکو اچھا سمجھا اور یہ بھی گذر چکا ہے خاص کر علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے کہ صحابہؓ کا بیس ہی پر اتفاق ہوا تھا تو اس پوری تفصیل کو سامنے رکھ کر جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا وہ انکو بیس رکعت تراویح پڑھا رہے تھے۔ صحابہؓ نے اسکو اچھا جانکر اس پر اتفاق کیا اسی کے بارے میں امام محمدؒ فرماتے ہیں و بهذا كله ناخذ یعنی ہم اس پوری تفصیل پر عمل کرتے ہیں یہ نہیں کہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا حضرت عمرؓ کا تو قبول کیا لیکن رکعات کی تعداد قبول نہیں کی جیسا کہ غیر مقلدین کرتے ہیں کہ نہ تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی پوری اتباع ہے (کیونکہ حضور ﷺ نے صرف تین رات جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی) اور نہ ہی حضرت عمرؓ کی پوری اقتداء ہے حالانکہ حضرت عمرؓ نے جیسے جماعت کا حکم دیا ایسے ہی بیس رکعت تراویح کا بھی حکم دیا۔

امام محمدؒ کی پوری عبارت نقل نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگ یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ حضرت امام محمدؒ بھی بیس سے کم تراویح کے قائل ہیں حالانکہ کوئی شخص حضرت امام محمدؒ کا ایسا کوئی قول نقل نہیں کر سکتا ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح پڑھنے سے منع کیا یا خود بیس سے کم تراویح پڑھتے تھے۔

### ☆ علامہ بدرالدین عینی

والکلام فی التراویح علی انواع.....  
الانسی ان عددھا عشرون رکعة وبہ  
قال الشافعی واحمد ونقله القاضي  
عن جمهور العلماء... واحتج  
اصحابنا والشافعية والحنابلة بما رواه  
البیهقی باسناد صحیح عن السائب  
بن یزید الصحابی قال کانوا یقومون  
علی عہد عمر بعشرین رکعة وعلی  
عہد عثمان وعلی مثله وفی المغنی  
عن علی انه امر رجلا ان یصلی بہم فی  
رمضان بعشرین رکعة قال وهذا  
کالا جماع النج  
(عملة القاری شرح بخاری  
ج ۵ ص ۳۵۸ تا ۳۵۹)

علامہ بدرالدین الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کے عنوان پر چند جگہ گفتگو ہے۔ دوسری جگہ یہ ہے کہ تراویح کی تعداد بیس رکعات ہیں اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اسکے قائل ہیں اور قاضی نے جمہور علماء سے بیس رکعت نقل کی ہیں... اور ہمارے احناف اور شوافع اور حنابلہ کی دلیل وہ روایت ہے جسکو امام بیہقی نے سائب بن یزید صحابیؒ سے صحیح سند سے نقل کیا ہے کہ صحابہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی بیس ہی پڑھی جاتی تھیں اور مغنی میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے ایک شخص کو رمضان میں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور یہ اجماع کی طرح ہے۔

**فائدہ:** کتنے صاف الفاظ میں علامہ عینیؒ تراویح کی بیس رکعت پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور کتنا قابل رحم ہے وہ شخص جو غیر متعلق عبارت کو نقل کر کے علامہ عینیؒ سے بیس رکعت کے بجائے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرنے کی نامسوود کوشش کر رہا ہے۔

### ☆ الشیخ کمال الدین المعروف بابن الہمام

علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تفصیلی بحث کے بعد تسلیم کیا ہے کہ (۱) حضرت عمرؓ کے زمانے سے آج تک بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی ہیں (۲) بیس رکعت تراویح پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے اور انکی اقتداء کا حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے (۳) مشائخ کا کلام بھی یہی بتا رہا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

(۱) نعم ثبتت العشرون من زمن  
عمر فی المؤطا عن یزید بن رومان  
قال کان الناس یقومون فی زمن  
عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین  
رکعة وروی البیهقی فی المعرفة  
عن السائب بن یزید قال کنا نقوم  
فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین  
رکعة والوتر قال النووی فی  
الخلاصة اسنادہ صحیح  
(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۷)

ہاں حضرت عمرؓ کے زمانے سے بیس رکعت ثابت ہیں موطا مالک میں حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تیس رکعات (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھتے تھے اور امام بیہقیؒ نے معرفہ میں سائب بن یزید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے امام نوویؒ نے خلاصۃ میں فرمایا کہ اسکی سند بالکل صحیح ہے

(۲) وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين وقوله ﷺ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ندب الى منتهم (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۷)

یعنی بیس رکعت خلفاء راشدین کی سنت ہے اور حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ میری سنت کو پکڑو اور خلفاء راشدین کی سنت کو بھی تھاہم لو۔

(۳) وظاهر كلام المشايخ ان السنة عشرون (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۸)

یعنی مشائخ کا ظاہری کلام یہ بتا رہا ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت ہیں

ان تین مسلمہ حقیقتوں کو اپنی کتاب میں درج کرنے کے بعد بھی ابن ہمام کی اپنی انفرادی رائے یہ ہے کہ آٹھ رکعات سنت ہیں اور بارہ رکعت مستحب ہیں امام ابن ہمامؒ یہ رائے اختیار کرنے کی تین وجہیں بیان کر رہے ہیں (۱) بیس رکعت تراویح حضور ﷺ سے صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں اور جس حدیث کو بیس رکعت تراویح کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ قطعاً ضعیف ہے (۲) بیس رکعات تراویح والی حدیث ضعیف ہونے کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کے معارض اور خلاف ہے (۳) خلفاء راشدین کے عمل پر سنت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

## ☆ علامہ ابن الہمام کے دلائل کا جائزہ

علامہ ابن ہمام کے دلائل کا جائزہ لینے سے قبل چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) ابن ہمام بیس رکعت پڑھنے سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہی انکو بدعت کہتے ہیں بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ بڑھی تو بیس ہی ہیں البتہ آٹھ سنت ہیں اور بارہ رکعات مستحب ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں دکھا سکتا ہے کہ ابن ہمام نے بیس رکعت پڑھنے سے منع کیا ہے (۲) احناف حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں ابن ہمام کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ابن ہمام خود ہی امام صاحب کے مقلد محض ہیں (۳) احناف ابن ہمام کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے فرمان کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں خاص طور پر جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے فرمان کی پشت پناہی حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ، صحابہ کی پوری مقدس جماعت کا عملی تواثر اور چودہ سو سال کا امت کا عمل کر رہا ہے۔

(۴) حضرت ابن ہمام کے فرمان کو تھوڑی دیر کیلئے درغور اعتنا (قابل توجہ) سمجھا جاسکتا تھا اگر ابن ہمام کے پاس دلیل کی قوت ہوتی یا ابن ہمام کے اعتراضات میں کوئی جان ہوتی چونکہ ابن ہمام کے پاس نہ مضبوط دلیل ہے اور نہ ہی ان کے اعتراضات میں کوئی جان ہے اسلئے کسی بھی صورت میں علامہ ابن ہمام کا قول معتبر نہیں ہے ان چار امور کو مد نظر رکھ کر ہم ابن ہمام کے نئیوں اعتراضات کا جائزہ لینگے۔

## ☆ ابن ہمام کے پہلے اعتراض کا جائزہ

ابن ہمام کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث ضعیف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے صفحہ ۲۱ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ جو حدیث متواتر ہو تو اتر چاہے قولی ہو یا عملی ہو اور قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر میں اسپر عمل ہو علماء سلف نے اس کو قبول کیا ہو اس حدیث پر بغیر کسی تردد و تامل کے عمل کرنا ضروری ہے چنانچہ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں

والمتواتر لا یبحث عن رجاله بل یجب العمل به من غیر بحث بغیر کسی بحث کے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اور ہم نقل کر چکے ہیں کہ خود ابن ہمامؒ کو بھی تسلیم ہے کہ قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر (یعنی صحابہ تابعین و تبع تابعین کے دور) میں امت کا اس حدیث کے مطابق عمل تھا اسلئے اصول حدیث کے مطابق ابن ہمام کو بحث کے بغیر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خود ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ کن کن چیزوں سے ایک حدیث صحیح ہو سکتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ومما یصحح الحدیث ایضا عمل یعنی حدیث کی تصحیح کرنے والی چیزوں میں العلماء علی وفقہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۴۸۳) سے اہل علم کا اسکے مطابق عمل بھی ہے۔

اور علامہ ابن ہمامؒ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ پوری امت کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے اسلئے ابن ہمامؒ کے اصول کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ محدثین کا یہ اصول ہے جس حدیث کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے یعنی امت کا اسکے مطابق عمل ہے تو وہ حدیث صحیح ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث کو امت نے کس طرح قبول کیا نہ تو صحابہؓ کا اسکے خلاف عمل ثابت ہے نہ تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اور نہ ہی ان کے مقلدین کا اسلئے محدثین کے ضابطے کے مطابق بھی اس حدیث کو تسلیم کرنا ہوگا اور ذخیرہ احادیث میں کتنی احادیث ایسی ہیں جنکی سند ضعیف ہے لیکن تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے قابل عمل ہے مثلاً طلاق الامۃ تطلیقان و علتھا حیضتان - ضعیف ہے لیکن تعامل کی وجہ سے قابل استدلال ہوگئی اسی طرح لاوصیۃ لوارث اور القاتل لایرث کی اسانید بھی ضعیف ہیں لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے انھیں قابل استدلال سمجھا گیا اسی طرح هو الطهور ماء و الحل میتہ کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اسکو قابل استدلال سمجھا گیا گویا اگر کوئی حدیث ضعیف مؤید بالتعامل ہو یعنی صحابہؓ تابعینؓ کا عمل اس کے مطابق ثابت ہو تو وہ اپنے ضعف کے باوجود قابل استدلال ہو جاتی ہے کما صرح بہ الجصاص فی احکام القرآن و غیر واحد من المحدثین والاصولیین (خلاصہ مقدمہ مدرس ترمذی ج ۱ ص ۸۵/۸۶) اور صحابہؓ تابعینؓ کا عمل بیس رکعت کے بالکل مطابق ہے اسکا اقرار ابن ہمامؒ کے علاوہ غیر مقلدین کے مقتدر علماء کو بھی ہے اسلئے محدثین اور اصولیین کے اس قاعدے کے مطابق یہ حدیث قابل استدلال بھی ہے اور لائق عمل بھی ہے اور شروع میں ہم حافظ ابن حجر اور صاحب اعلام السنن کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن اس تفصیل سے ابن ہمام کا پہلا اعتراض ختم ہو گیا۔

## ☆ ابن ہمام کے دوسرے اعتراض کا جائزہ

حضرت ابن ہمام کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی صحیح حدیث کے خلاف ہے اور یہ حدیث بخاری شریف وغیرہ میں آئی ہے کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن حافظ ابن ہمامؒ کا ان کے درمیان تعارض پیش کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حدیث تہجد کی نماز سے ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا تعلق تراویح سے ہے تعارض تو اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثوں کا تعلق ایک ہی نماز سے ہوتا حضرت عائشہؓ کی حدیث پر آگے (جہاں غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے) ہم نے کافی اور تفصیلی بحث کی ہے

اسکو دیکھا جائے (۲) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث حضور ﷺ کے چند راویوں کے عمل کو بتا رہی ہے اسلئے ان کے درمیان تعارض نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ابن العابدینؒ نے ابن ہمامؒ کے دونوں اعتراضوں کو نقل کر کے ابن ہمام کی ان الفاظ میں تردید کی ہے۔

میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی (حضرت عائشہؓ کی) روایت کے مخالف ہونے کا جواب دیا جائے گا کہ حدیث جو صحیح بخاری میں ہے وہ حضور ﷺ کا اکثری معمول ہے (یعنی بارہ ماہ وہ تہجد کی نماز پڑھی جاتی تھی) اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت دو راویوں کے عمل کو بتا رہی ہے (کہ حضور ﷺ نے صرف چند راویوں جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھی) پھر حضور ﷺ نے اسکو ترک کیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اسکا ذکر نہیں فرمایا (پس دونوں میں کوئی تعارض نہیں یہ دوسرے اعتراض کا جواب ہے) باقی یہ بات کہ مذکورہ راوی کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے تو اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کے سنت ہونے پر بلا تفریق جو اجماع پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس کے ذریعہ حدیث قوت پالینے کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے اس کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جو بیس رکعت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا وہ انہوں نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی بدعت جاری کرنے والے تھے یقیناً انہوں نے اس دلیل و فرمان کی بنا پر ہی اس کا حکم دیا جو حضور ﷺ کا ان کے پاس موجود تھا اسلئے ذرا منصف بنکر غور کریں۔

قلت اما مخالفتہ للصحيح فقد

يسجاب عنها بان مافي الصحيح

مبنى على ما هو الغالب من احواله

ﷺ وهذا كان ليلتين فقط ثم

تركه عليه السلام فللذا لم تذكره

عائشة واما تضعيف الحديث

بمن ذكر فقد يقال انه اعتضد

بما مر من نقل الاجماع على

سنيتها من غير تفصيل مع قول

الامام ان ما فعله عمر لم يتخرجه

من تلقاء نفسه ولم يكن فيه

مبتدعا ولم يامر به الا عن اصل

لديه وعهد من رسول الله فتأمل

منصفاً (منحة الخالق حاشية

البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶)

## ☆ علامہ ابن ہمام کے تیسرے اعتراض کا جواب

خلفاء راشدین کے عمل کو سنت کے لفظ سے یاد کر سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب بالکل عیاں ہے کہ خود حضرت محمد ﷺ نے ان کے عمل کو سنت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہوئے امت کو اس کے لازم پکڑنے کا حکم دیا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

علیکم بستی وسنة الخلفاء الراشدين تم میری سنت کو پکڑو، اور خلفاء راشدین المہدیین تم سکو ابہا وعضو علیہا بالنواجد مہدیین کی سنت کو بھی تھام لو اور اسکو (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۰)

## ☆ چنانچہ مولانا عبدالحی عکھنوی لکھتے ہیں

و محققوہم یعرفونها بما واطب علیہ الرسول او خلفائہ والیہ یشیر عبارات الفقهاء فی مواضع شتى وهو المستفاد من حدیث علیکم بستی وسنة الخلفاء الراشدين اخرجہ ابو داؤد وابن ماجہ فان کلمة علیکم تدل علی الزوم وکذا عطف سنة الخلفاء علی ستی ... فعلى هذا التعريف یکون السنة المؤکدة هو عشرون رکعة لبوت مواظبة الخلفاء الراشدين علیہا وان لم یثبت مواظبة الرسول علیہا فمؤدی ثمان رکعات یکون تارکاً للسنة المؤکدة (حاشیہ ۳ ہدایہ جلد اول ۱۵۱)

محققین کے نزدیک سنت وہ ہے جس پر خود حضور ﷺ یا خلفاء راشدین نے ہمیشگی سے عمل کیا ہو فقہاء کی عبارات میں مختلف مقامات پر اس تعریف کی طرف اشارہ ہے اور حضور ﷺ کی اس حدیث جسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عمل کو بھی سنت کہتے ہیں اسلئے کہ لفظ علیکم اور سنیۃ اخلفاء راشدین کا شتی پر عطف لزوم کو بتا رہا ہے یعنی خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا بھی لازم اور ضروری ہے ..... اس تعریف کی رو سے بیس رکعت ہی سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ اگرچہ حضور ﷺ (عذر کی بنا پر باجماعت) بیس رکعت پر ہمیشگی سے عمل نہ کر سکے لیکن خلفاء راشدین نے اس پر ہمیشگی سے عمل کیا ہے اسلئے آٹھ رکعت پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا چھوڑنے والا ہے۔

## ☆ علامہ ظفر احمد عثمانی کا فرمان

فلو کان احدى عشرة رکعة سنة والباقي من العشرين مستحبا كما زعمه ابن الهمام لنقل عن السلف العمل به وحيث لافهو قول ساقط خارق للاجماع (اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۷)

اگر ابن ہمام کے خیال کے مطابق گیارہ رکعتیں سنت ہوتیں اور باقی رکعتیں مستحب ہوتیں تو ضرور سلف صالحین کا اسکے مطابق عمل منقول ہوتا اور ایسی نقل قطعاً موجود نہیں ہے اسلئے ابن ہمام کا قول غیر معتبر اور خارق اجماع ہے۔

ہم نے علامہ ابن ہمام کے فرمان پر تفصیلی روشنی ڈالی کیونکہ غیر مقلدین اسکو بہت اہتمام کے ساتھ پیش کرتے ہیں امید ہے کہ ناظرین مذکورہ تفصیل سے یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ ابن ہمام نے جن دلائل کی بنیاد پر اپنی ذاتی رائے قائم کی ہے وہ بہت کمزور اور بے جان ہیں جب دلائل بے جان ہوں اس پر جس نظریہ کی بنیاد قائم ہو وہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

## ☆ علامہ زین الدین الشہر بایں نجم

قوله عشرون رکعة بیان لکمیثا وهو قول الجمهور لمافی الموطاعن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين رکعة وعلیه عمل الناس شرقاً وغرباً (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶)

صاحب کنز الدقائق نے تراویح کی مقدار بیس رکعت بیان کی ہے اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اسلئے کہ موطا مالک میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ حضرت عمر کے زمانے میں تیس ۲۳ رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب غرض تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

**فائدہ۔** کتنی صراحت سے ابن نجم بیس رکعت تراویح پر پوری امت کے عمل کو بیان کر رہے ہیں بعض غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ابن نجم بھی آٹھ رکعت کے قائل ہیں لیکن بددیانتی کی انتہا یہ ہے کہ ابن نجم نے



ابن ہمام کا وہ قول بھی اپنی کتاب میں نقل کیا جس پر ہم نے طویل گزارشات نقل کی ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ یہ بھی ابن نجیم کا اپنا فرمان یا اپنی رائے ہے یا للجب۔

### ☆ محدث ملا علی قاریؒ

اجمع الصحابة على ان التراويح  
عشرون ركعة  
صاحبہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ  
تراویح بیس رکعتیں ہیں  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

### ☆ ملا علی قاریؒ علامہ ابن عبد البرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والذي صح انهم كانوا يقومون على  
عهد عمر بعشرين ركعة  
صحیح یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ  
حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں بیس  
رکعات تراویح پڑھتے تھے  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۲)

### ☆ حافظ بن تیمیہؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فلما جمعهم عمر على ابي كان يصلي  
بهم عشرين ركعة ثم يوت بثلاث  
جب حضرت عمرؓ نے حضرات صحابہؓ کو حضرت  
ابی بن کعبؓ کی امامت پر جمع کیا تو وہ ان  
کو (پہلے) بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے  
پھر تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۳)

**فائدہ :** یہ ملا علی قاریؒ کی واضح عبارات ہیں، تراویح بیس رکعت ہی ہیں لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو پوری عبارت نقل نہ کر کے معاملے کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں۔

### ☆ علامہ زبیلیؒ

عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في  
زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة  
والوتر، انتهی قال النووي في  
الخلاصة استاده صحيح نصب الراية  
ج ۱ / ۱۵۴

عن يزيد بن رومان قال كان الناس  
يقومون في زمان عمر بن الخطاب  
في رمضان بثلاث وعشرين ركعة  
(نصب الراية ج ۱ / ۱۵۴)

**فائدہ :** بعض حضرات نے حضرت جابرؓ کی یہ حدیث بھی نصب الراية کے حوالے سے نقل کی کہ  
حضرت ﷺ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں لیکن اسکے بارے میں آگے بحث آرہی ہے کہ یہ حدیث  
قطعاً ضعیف ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے نصب الراية کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بیس  
رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے خلاف ہے لیکن اسکے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ  
یہ وہی ابن ہمام والی بات ہے جس کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ابن ہمام کا فرمان ہی صحیح نہیں  
ہے۔ کیا کسی کے بار بار نقل کرنے سے ابن ہمام کا فرمان صحیح ہو سکتا ہے؟



## ☆ علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی

وهی عشرون رکعة الحکمة فی تقدیرها بهذا العدد مساواة المکمل وهی السنن للمکمل وهی الفرائض الاعتقادية والعملية (حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح ۴/۱۴)

اور تراویح بیس رکعات ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ پورے دن میں فرائض اور واجبات کی کل تعداد بیس ہے (دو فجر، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء اور تین وتر) اگر ان میں کوئی کمی رہ جائے تو اسی تعداد کی سنتوں سے اس کمی کی تلافی ہو سکے اسلئے بیس رکعات مقرر کی گئیں

## ☆ ابن العابدین علامہ شامی

وهی عشرون رکعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا (رد المحتار شامی ج ۱ ص ۵۲۱)

اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور یہی جمہور کا فرمان ہے اور مشرق و مغرب غرض پوری دنیا کے مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

**فائدہ:** علامہ کنتی صراحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں اسکے بعد علامہ شامی نے وہی ابن ہام کا قول نقل کر کے فرمایا و ذکر جوابہ فیما علقته علیہ (شامی ج ۱ ص ۴۷۱) یعنی میں نے منہ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں ابن ہام کے قول کی تردید کی ہے۔ کنتی حیرت کی بات ہے کہ علامہ شامی ابن ہام کے جس قول کی تردید کر رہے ہیں کوئی شخص پھر بھی اس کو علامہ شامی کے قول کی طرح پیش کرے۔

## ☆ ابو محمد محمود بن احمد العینی

کل تسوية بتسليمتين فصير الجملة عشرين ركعة وهو مذهبنا وبه قال الشافعي واحمد (البناء فی شرح الهدایة ج ۲ ص ۵۵۱)

تراویح میں پانچ ترویجے ہیں اور ہر ترویجہ میں چار رکعتیں ہیں اور ہر ترویجہ کو دو مسلمانوں کے ساتھ ادا کیا جائے (یعنی دو رکعت کر کے) تو کل رکعتیں بیس ہوں گی اور یہی ہمارا مسلک ہے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔

## ☆ امام علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی الحنفی

انقادها فعشرون ركعة فی عشر تسليمات فی خمس ترويحيات كل تسليمين تروية وهذا قول عامة العلماء (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۶۸۸)

بہر حال تراویح کی رکعات کی تعداد بیس ہے دس مسلمانوں میں پانچ ترویجے ہوتے ہیں اور ہر دو مسلمانوں سے ایک ترویجہ (چار رکعتیں) ادا ہوتا ہے اور یہی جمہور علماء کا فرمان ہے۔

## ☆ مولانا محمد احسن نانوتوی

وصلی عمر بعده عشرين الخ (حاشیہ ۳ کنز الدقائق ۳۶)

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بیس رکعات تراویح پڑھیں۔

**فائدہ:** مولانا نے حاشیہ میں بطور حکایت جو یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے بیس نہیں بلکہ آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکی بنیاد ہی حضرت جابرؓ کی حدیث ہے جو بالکل صحیح نہیں ہے آگے اس پر گفتگو آ رہی ہے نیز جو قول انہوں نے آٹھ رکعت کا نقل کیا ہے یہ بطور حکایت نقل کیا ہے یہ اس لئے انہوں نے نقل نہیں کیا کہ یہ انکا مسلک ہے یا انکے نزدیک یہ صحیح اور درست ہے۔

☆ علامہ عبدالرحمن الجزری کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان صلاة التراویح عشرون  
ركعة سوى الوتر (كتاب الفقہ علی  
المذاهب الاربعہ ج ۱ ص ۳۱۰)

ایک جگہ لکھتے ہیں کما جری علیہ العمل من عهد الصحابة ومن بعدهم الى الان جیسا کہ  
بیس رکعتوں پر صحابہ اور ان کے مابعد کے زمانے سے آج تک عمل ہوتا آ رہا ہے۔

فائدہ: علامہ عبدالرحمن اگرچہ حنفی نہیں ہیں لیکن چونکہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں چاروں مسلک  
بیان کئے ہیں اس لئے ان کا حوالہ یہاں درج کیا گیا ہے۔

☆ ابوالاخلاص الوفا فی الشریعۃ

وهی عشرون ركعة بعشر تسليمات  
(نور الایضاح ۱۰۰)

انہوں نے نور الایضاح کی خود ہی شرح بھی لکھی اس میں لکھے ہیں

وهی عشرون ركعة باجماع الصحابة  
رضی اللہ عنہم بعشر تسليمات  
كما هو المتوارث  
(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۴۱۳)

اور تراویح بیس رکعت ہیں اس

پر حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ  
علیہم اجمعین کا اجماع و اتفاق ہے  
جیسا کہ تب سے اب تک برابر بیس  
رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ان کا نام حسن ہے اور کنیت ابوالاخلاص ہے بعض غیر مقلدین نے ان کی کنیت ابوالحسن لکھی ہے  
جو صحیح نہیں ہے۔

☆ شیخ عبدالحی

والذی استقر علیہ الامر واشهر من  
الصحابة والتابعین ومن بعدهم هو  
العشرون وما روی انها ثلاث  
وعشرون فبحساب الوتر معها  
(مأثبات بالسنة مترجم ص ۳۶۳)

☆ مولانا عبدالحی لکھنوی

فعلى هذا التعريف يكون السنة  
المؤكدة هو عشرون ركعة لثبوت  
مواظبة الخلفاء الراشدين عليها وان لم  
يثبت مواظبة الرسول عليها فمؤدبة  
ثمان ركعات يكون تاركاً للسنة  
(حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۸)

اور جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقل ہوا  
اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ  
تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی  
ہے تراویح تیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ  
تراویح کے ساتھ وتر ملا کر تیس رکعتیں ہیں۔

اس تعریف کی رو سے بیس رکعت ہی سنت  
مؤکدہ ہیں کیونکہ اگرچہ حضور ﷺ (عذر کی  
بنا پر باجماعت) بیس رکعت پر پہنچنے سے عمل  
نہ کر سکے لیکن خلفاء راشدین نے اس پر پہنچنے  
سے عمل کیا اس لئے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے  
والا سنت مؤکدہ کا چھوڑنے والا ہے۔

فائدہ: بعض حضرات نے حاشیہ ہدایہ کا حوالہ ناقص نقل کیا ہے اور اس کے آخری جملے چھوڑ دئے ہم  
نے وہ آخری جملے نقل کئے ہیں اس کو آپ دیکھیں کہ مولانا لکھنوی کس طرح آٹھ رکعت والے کو تارک  
سنت مؤکدہ کہہ رہے ہیں۔

(۲) اسی طرح بعض حضرات عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ اور التعلیق المجد حاشیہ موطا محمد اور تحفۃ الاخیار کی  
عبارات نقل کر کے یہ تاثر دینے کی بے سود کوشش کر رہے ہیں کہ مولانا بھی آٹھ رکعت کے قائل ہیں حالانکہ  
مذکورہ بالا کتابوں میں وہ صرف چند اقوال کی حکایت نقل کر رہے ہیں نہ ان کی تائید کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ اپنا

مسلک بیان کر رہے ہیں بلکہ صراحتاً آٹھ رکعت پڑھنے والوں کو سنت مؤکدہ کا چھوڑنے والا کہتے ہیں۔

تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اسلئے کہ اس پر خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور ﷺ نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور ﷺ کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعت پراکتفا کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم (منطقی) قیاس کے طریقہ پر اسکی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت (بیگنی) کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی وہ سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

ان مجموع عشرين ركعة في التراويح سنة مؤكدة لانه مما واظب عليه الخلفاء وان لم يواظب عليه النبي وقد سبق ان سنة الخلفاء ايضا لازم الاتباع وتاركها آثم وان كان اثمه دون اثم تارك السنة النبوية فمن اكفى على ثمان ركعات يكون مسيا لتركة سنة الخلفاء وان شئت ترتبه على سبيل القياس فقل عشرون ركعة في التراويح مما واظب عليه الخلفاء الراشدون وكل مواظب عليه الخلفاء سنة مؤكدة ثم تضمه مع ان كل سنة مؤكدة ياتم تاركها فينتج عشرون ركعة ياتم تركها ومقدمات هذا القياس قد اثبتنا في الاصول السابقة (تحفة الاختيار في احياء سنة سيدالابرار ص ۲۰۹ بحوالہ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ۳۵۲)

## ☆ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں

سوال ۲۵۴: حنیفہ وتر کے علاوہ تراویح کی بیس رکعت پڑھتے ہیں حالانکہ حضرت عائشہؓ سے روایت صحیحہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے تو بیس رکعت کی دلیل کیا ہے؟  
جواب: حضرت عائشہؓ کی حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے کہ رمضان وغیر رمضان اس لحاظ سے مساوی تھے اور یہ گیارہ رکعات کی مقدار وتر کو ملا کر ہوتی تھی اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ابوسلمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں اس پر آپ نے جواب دیا کہ اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں اور قلب نہیں سوتا (بخاری ج ۱ ص ۵۴۶ او مسلم)

اور اس وقت کا عرف عام یہ تھا کہ تراویح کو قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا اور صحاح ستہ میں روایات صحیحہ مرفوعہ سے قیام رمضان کی تعین معلوم نہیں ہوتا صرف یہ الفاظ ملتے ہیں

قالت عائشہؓ كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الاواخر رمضان ما لا يجتهد في غيره رواه مسلم ج ۱ ص ۷۲۳

کہ حضور ﷺ نماز میں عبادت و ریاضت میں رمضان کے آخری عشرے میں جتنی محنت کرتے تھے اتنی رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نہیں کرتے تھے اسکو امام مسلم نے روایت کیا۔

☆ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے

كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان جماعة بعشرين ركعة والوتر روى البيهقي في مسنده باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة (ضاوی عبدالحی ج ۳ ص ۶۶ باب التراويح)

کہ حضور ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے امام بیہقی نے اپنی سنن میں صحیح سند سے حضرت سائب بن یزید سے روایت نقل کی ہے کہ حضرات صحابہ رمضان کے مہینے میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

کیا ان حوالجات کے باوجود بھی یہ کہنا روا ہے کہ مولانا عبدالحی آٹھ تراویح کے قائل تھے جبکہ ابھی گذر گیا کہ وہ آٹھ رکعات تراویح پڑھنے والوں کو گنہگار کہتے ہیں۔

### ☆ علامہ انور شاہ کشمیریؒ

لم يقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرين  
ركعة في التراويح واليه جمهور الصحابة  
(العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)  
(۲) واما فعل الفاروق فقد تلقاه  
الامة بالقبول واستقر امر التراويح  
في السنة الثانية في عهد عمر  
(المعرف الشذی مع  
الترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

ائمہ اربعہ میں سے کوئی ایک بھی بیس  
سے کم تراویح کا قائل نہیں ہے  
اور جمہور صحابہ بھی اس پر عامل تھے۔  
بہر حال حضرت عمر فاروق کے عمل (بیس  
رکعت تراویح) باجماعت پڑھنے (کو امت  
نے قبول کیا اور حضرت عمر فاروق کے  
دروخلافت کے دوسرے سال میں تراویح  
کا معاملہ مستقر ہوا (یعنی بیس رکعات  
باضابطہ جماعت سے ادا ہونے لگیں)

### (۳) ابن ہمام کی تردید کرتے ہوئے علامہ کشمیری کا ارشاد ہے۔

وقال همام ان ثمانية ركعات سنة مؤكدة  
ولتسعي عشر ركعة مستحبة ومقال بهذا  
احد القول ان سنة الخلفاء الراشدين ايضا  
تكون سنة الشريعة لما في الاصول ان  
السنة سنة الخلفاء وسنة عليه السلام وقد  
صح في الحديث عليكم بستي وسنة  
الخلفاء الراشدين المهديين فيكون فعل  
الفاروق الاعظم ايضا سنة  
(العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

علامہ ابن ہمام کا یہ کہنا کہ آٹھ رکعات تراویح سنت مؤکدہ  
ہیں اور بارہ رکعت مستحب ہیں (اولا تو) اس کا کوئی قائل ہی  
نہیں (ثانیاً) میں کہتا ہوں کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی  
شریعت کی اصطلاح میں سنت ہی ہے اسلئے کہ اصول میں  
یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین سب  
کے طریق عمل کو سنت کہا جاتا ہے اسلئے کہ حدیث میں صحیح  
طور پر ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میری سنت  
اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پکڑو اس لحاظ  
سے حضرت عمر فاروقؓ کا یہ عمل بھی سنت ہی ہے۔

(۴) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت کر کے دکھاؤ انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم هل يجب بلوغ عشرين ركعة  
الى صاحب الشريعة ام يكفي فعل  
عمر ولا يطلب رفعه الى صاحب  
الشريعة ففى التاتارخانية سال  
ابويوسف "اباحيفه" ان اعلان  
عمر بعشرين ركعة هل كان له  
عهد منه عليه السلام قال  
ابو حنيفة ما كان عمر مبتدعا لى  
يكون له عهد فندل على ان  
عشرين ركعة لابد من ان يكون  
له اصل منه عليه السلام وان لم  
يبلغنا بالاسناد القوي  
(المعرف الشذی مع  
الترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

پھر کیا یہ بھی ضروری ہے بیس رکعتیں  
حضور ﷺ سے ثابت ہونی چاہئے یا حضرت  
عمرؓ کا فعل ہی کافی ہے مرفوع حدیث اس  
بارے میں نہ طلب کی جائے (جواب یہ ہے  
کہ حضرت عمرؓ کا فعل ہی کافی ہے) کیونکہ  
تاتارخانیہ میں ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ  
نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ حضرت عمر  
فاروق نے جو بیس رکعت باجماعت تراویح  
کا اعلان کیا۔ کیا حضرت عمرؓ کے پاس حضور  
ﷺ کی کوئی دلیل (قول و عمل موجود تھا)؟  
(یا خدا خواستہ خود ہی اپنی طرف سے گھڑ  
کر پیش کیا) تو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے  
جواب دیا کہ حضرت عمر فاروقؓ بدعتی نہیں ہیں  
یقیناً ان کے پاس کوئی دلیل ہوگی یہ اس چیز  
پر دال ہے کہ یقیناً حضرت عمر فاروقؓ کے  
پاس بیس رکعت پر کوئی ایسی دلیل تھی جو انکو  
حضور ﷺ کے پاس پہنچ گئی تھی لیکن وہ  
ہمارے پاس مضبوط سند سے نہ پہنچ سکی۔

وفی تاریخ الخلفاء ان عمرؓ  
کتب فی السنة الخامسة عشرة  
ان تقام التراویح عشرين رکعة  
(حاشیة البدرا الساری الی فیض  
الباری ج ۲ ص ۳۲۰)  
اما عدد الركعات التراویح  
فقد جاء عن عمر علی  
انحاء واستقر الامر علی  
العشرين مع ثلاث وتر  
(فیض الباری علی صحیح  
البخاری ج ۳ ص ۱۸۱)

تاریخ الخلفاء میں یہ بات درج ہے کہ  
حضرت عمرؓ نے ۱۵ھ میں (تمام جگہوں پر)  
یہ لکھ کر بھیجا کہ تراویح بیس رکعت ادا کی  
جائیں۔

بہر حال تراویح کی رکعات کی تعداد کے  
بارے میں حضرت عمرؓ سے اگرچہ مختلف  
قسم کی روایات آئی ہیں لیکن آخری فیصلہ  
بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر ہوا۔

### ☆ حضرت عمرؓ سے دلیل پوچھنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وبعد ما تعلقته الامة بالقبول  
لا بحث لنا انه كان ذالك  
اجتهاد ام نه او ماذا ؟  
(فیض الباری علی صحیح  
البخاری ج ۳ ص ۱۸۱)

جب امت نے اسکو قبول کیا اور اس کے  
مطابق پوری امت کا عمل ثابت شدہ ہے  
تو اس کے بعد یہ بحث کرنا فضول ہے کہ  
حضرت عمرؓ نے اس بارے میں اجتہاد سے کام  
لیا یا انکے پاس کوئی دلیل بھی تھی؟

### ☆ اٹھ رکعت پڑھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ومن ادعى العمل بالحديث فاولى  
لهم ان يصلوها حتى ينحسروا  
الفلاح فان هذه صلاة النبيؐ فی  
اليوم الآخر واما من اكفى  
بالركعات الثمانية وشذ عن السواد  
الاعظم وجعل يرميهم بالبدعة  
فليرقبته والله تعالى اعلم .  
(فیض الباری علی صحیح  
البخاری ج ۳ ص ۱۸۱)

جو لوگ صرف زبانی طور حدیث پر عمل کے دعویدار ہیں  
(یعنی موجودہ غیر مقلدین) انکو چاہئے کہ وہ تراویح طلوع  
فجر تک پڑھیں اسلئے کہ یہ نماز آخری دن حضور ﷺ نے  
طلوع فجر تک ہی پڑھی تھی (لیکن چونکہ زبانی دعویٰ ہے  
اسلئے حدیث کو اس کیفیت سے ادا کرنے کیلئے تیار نہیں  
ہیں) اور یہ حضرات جو صرف آٹھ رکعات تراویح  
پر اکتفاء کرتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت سے الگ  
ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کو (بیس رکعت پڑھنے کی بنا پر)  
بدعت کا الزام دیتے ہیں انکو اپنی عاقبت کی فکر  
کرنا چاہئے (آیا سلف صالحین کو بدعتی کہنے کی وجہ سے  
انکی عاقبت خراب تو نہیں ہو رہی ہے)

### ☆ محدث مولانا احمد سہارنپوریؒ

اعلم انه لم يوقت رسول الله ﷺ فی  
التراویح عددا معينا بل لا يزيد فی  
رمضان ولا فی غیره علی ثلاث عشرة  
ركعة لكن كان يطيل الركعات فلما  
جمعهم عمر علی ابی كان یصلی  
بهم عشرين ركعة ثم یوتر بثلاث  
... نعم ثبت العشرون فی زمن عمر  
ففی المؤطا كان الناس یقومون فی  
زمان عمر بن الخطاب الخ  
(حاشیہ ۸ بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

یہ بات جان لینی چاہئے کہ تراویح کے بارے میں  
حضور ﷺ نے کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی بلکہ حضور ﷺ  
رمضان اور رمضان کے علاوہ میں (یعنی پورے سال تہجد  
کی نماز میں) تیرہ سے زیادہ رکعتیں نہیں پڑھتے تھے  
البتہ لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے تھے جب حضرت عمرؓ نے  
صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ  
انکو بیس رکعت (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے  
... ہاں بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کے زمانے میں  
ثابت ہیں چنانچہ مؤطاما لک میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے  
زمانے میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۴ میں بھی یہ حدیث آئی ہے اس پر بھی مولانا احمد صاحب نے حاشیہ تحریر فرمایا ہے حاشیہ میں بیس رکعت کو خلفاء راشدین کی سنت کو تسلیم کرتے ہوئے حضور کا یہ فرمان بھی نقل فرمایا ہے کہ میرے خلفاء راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔ ساتھ ہی انہوں نے فتح القدیر کے حوالے سے ابن ہمام کی وہ دو باتیں بھی نقل کی ہیں کہ حضرت ابن عباس کی حدیث ضعیف ہونے کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی صحیح حدیث کے خلاف بھی اسکے بارے میں ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ نہ یہ حدیث ضعیف ہے اور نہ ہی صحیح حدیث کے خلاف ہے مزید برآں یہ بھی خیال رہے کہ مولانا احمد صاحب ابن ہمام کے فرمان کو صرف ایک قول کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں نہ انکا عمل اسکے مطابق ہے اور نہ ہی وہ ابن ہمام کی تائید کر رہے ہیں بلکہ حضرت مولانا احمد صاحب کا عمل جمہور علماء کی طرح بیس رکعت تراویح پر ہی تھا۔

### ☆ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں

جو لوگ آٹھ رکعت پڑھتے ہیں وہ تارک فضیلت سنت ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲۲ باب التراویح)

**فائدہ:** مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ایک فتویٰ رشیدیہ میں ص ۳۰۴ تا ۳۲۳ پر درج ہے اس میں انہوں نے مدلل طریقہ پر یہ ثابت کیا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں اور تہجد و تراویح جدا جدا ہیں اور انکے احکام بھی الگ الگ ہیں پورا رسالہ دیکھنے کے لائق ہے ہم اس میں سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

اور ابن عباس سے ابن شیبہ نے جو اپنی مصنف میں رسول اللہ ﷺ کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مزید ہے آثار صحابہ سے اصحاب رسول ﷺ نے بیس رکعت پڑھی ہیں اور جمہورتا بعین اور فقہاء کا اس پر عمل درآمد ہے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۱۴ باب التراویح) **ثالثاً:** جن صحابہ کی اقتداء پر ہم کوتاہی کی گئی تھی ان کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ ﷺ کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا۔ **رابعاً:** سوائے ان صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا (سینکڑوں کی تعداد میں) تھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا پس بعد اسکے کون سی دلیل کی حاجت ہے اور اس فعل حضرت عمرؓ کی روایات صحیح ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۱۴ باب التراویح)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اس وقت ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ ﷺ کے ہوتی تھی پس یہ سنت عشرین (بیس) رکعت بھی ایسی ہی ہے کہ اسکی اصل سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے اسی واسطے تمام صحابہؓ نے اس وقت میں اسکو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہؓ میں سے اس پر انکار نہ کیا اور نہ اسکو مخالف سنت رسول اللہ ﷺ سمجھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲۰)

تعجب ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے تقریباً ۲۴ صفحات کا فتویٰ بیس رکعت کے اثبات میں لکھا ہے اور آٹھ رکعت پڑھنے والوں کی تردید کی ہے پھر کوئی یہ کہے کہ حضرت گنگوہیؒ آٹھ رکعت کے تراویح کے قائل ہیں کیا اس کا یہ کہنا حقیقت سے کوئی تعلق رکھتا ہے؟

### حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

وعدہ عشرون رکعة و ذالک

انہم راو النبی ﷺ شرع

للمحسنین احدى عشرة رکعة فی

جميع السنة فحکمو انہ لا ینبی ان

یکون حظ المسلم فی رمضان عند

قصده الاقتحام فی لجة التشبه

بالمملکوت اقل من ضعفها

(حجة الله البالغة ج ۲ ص ۳۴)

اور اس کی تعداد بیس رکعات ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ اپنے سارے سال محسنین کیلئے گیارہ رکعت (تہجد) مقرر فرمائیں تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالمملکوت کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے کا ارادہ کرے تو اسکا حصہ سال بھر کی رکعتوں کے دو گنا سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

اور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے حضرات نے قیام رمضان میں تین چیزوں کا اضافہ کیا (۱) اس کے لئے مساجد میں جمع ہونا کیونکہ اس سے عام و خاص کو آسانی ہوتی ہے (۲) اول شب میں ادا کرنا باوجود اس بات کے قائل ہونے کے کہ آخر شب کی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے

جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس پر تنبیہ فرمایا مگر اول شب کا اختیار کرنا بھی اسی آسانی کے لئے تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا (۳) بیس رکعات کی تعداد (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۴۲)

## ☆ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا معمول

### اور قرآنی تراویح کا حد درجہ اہتمام

رمضان المبارک میں معمول یہ تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنے دفتر میں بیٹھ کر قرآن پاک تلاوت کرتے تھے اور قدرے بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے جو کچھ فاصلے پر صاف سنی جاسکتی تھی نماز تراویح کا بڑا اہتمام فرماتے ایک عمدہ قاری کا مستقل انتظام کر رکھا تھا جو ہر سال تراویح میں قرآن پاک سناتا کئی سال میں نے بھی ان کے پیچھے تراویح پڑھی ہے بہت اچھا قرآن پڑھتے تھے جی چاہتا تھا کہ پڑھتے ہی رہیں بارہ سال تک وہ رمضان میں تشریف لاتے اور قرآن پاک سناتے ان کو لانے اور واپس گھر پہنچانے کا اہتمام حضرت (مودودی صاحبؒ) خود کرتے اور رمضان کے شروع ہی میں اپنے ڈرائیور کو اس سلسلے میں ہدایت دے دیتے جو پورے رمضان اس کی پابندی کرتا۔ قاری عبدالماجد کے بیرون ملک چلے جانے کے بعد حافظ معین الدین (مشرقی پاکستان) رمضان میں قرآن پاک سناتے رہے اب کئی سال سے حافظ زاہد صاحب جب یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اب جب امریکہ جانے لگے تو اپنے صاحبزادے حسین فاروق صاحب سے فرمایا دیکھو بیٹے رمضان المبارک تک واپسی کا امکان نہیں ہے اس لئے حسب دستور یہاں نماز تراویح کا اہتمام کرنا۔ مجھے بھی اس سلسلے میں کچھ ہدایات دیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حافظ زاہد صاحب سے ابھی سے کہہ دیا جائے کہ آنے والے رمضان میں وہ حسب سابق یہاں قرآن کریم سنائیں گے کہیں وہ یہ خیال کر کے مولانا محترم یہاں نہیں ہیں کہیں اور انتظام نہ کرنے لگیں اتفاق سے حافظ زاہد صاحب ملاقات اور زیارت کے لئے

خود ہی آگئے حضرت نے خود ہی انہیں تاکید کر دی اس سے اندازہ کریں کہ وہ اس چیز کا کتنا خیال رکھتے تھے اپنے صاحبزادے سے فرمایا مجھے ہدایت فرمائی اور حافظ صاحب ملے تو انہیں بھی تاکید کر دی۔ (مولانا مودودی کے پرسنل اسٹنٹ عاصم نعمانی کی روایتیں بحوالہ ایک شخص ایک کاروان ص ۲۸۵)

## ☆ مولانا مودودی صاحبؒ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے

نماز تراویح کے بارے میں حضرت الامام کا ذوق و شوق اور اہتمام آپ معلوم کر چکے ہیں جب رمضان المبارک کی نفلی عبادت میں مرحوم اس قدر دلچسپی لیتے تھے اور سالہا سال ہم نے دیکھا کہ بڑے اہتمام کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھتے اور ان میں قرآن کریم سنتے تھے (مولانا مودودی کے پرسنل اسٹنٹ عاصم نعمانی کی روایتیں بحوالہ ایک شخص ایک کاروان ص ۲۸۵)

## ☆ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پٹی

جماعت درنفل مکروہ است مگر  
در رمضان سنت است کہ بست  
رکعت بدہ سلام بگزارد باجماعت  
واین رات را ویج گویند  
(مالا بدمنہ ص ۵۹)

نفل میں جماعت مکروہ ہے (یعنی نفلی نماز  
جماعت کے ساتھ مکروہ ہے) مگر رمضان  
میں بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ  
جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے ....  
اور ان کو تراویح کہتے ہیں۔

## ☆ شاہ عبدالعزیز دہلوی

وانچہ مروی شدہ ماکان فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشہ رکعۃ مراد ازاں نماز تہجد است کہ در رمضان وغیرہ برابر بود آن راصلوۃ اللیل می گفتند اما تراویح غیر آن است کہ عرف شان بقیام رمضان مسمی بود چنانچہ دلالت می کند بر آن حدیث اجتہاد (حاشیہ مالابدمنہ) زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

**فائدہ** حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی تہجد اور تراویح کو الگ نمازیں مانتے تھے جیسا کہ اوپر کی عبارت سے واضح ہو گیا۔

## ☆ ابوالحسن امام قدوری

يستحب ان يجتمع الناس في شهر رمضان بعد العشاء فيصلي بهم امامهم خمس ترويعات (قدوری شریف ۴۹)

یہ بات مستحب ہے کہ لوگ رمضان المبارک میں عشاء کے بعد جمع ہوں اور امام انکو پانچ ترویجے (یعنی بیس رکعت نماز پڑھائے)۔

## ☆ ابوالبرکات علامہ نسفی

وسن فی رمضان عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات بعد العشاء قبل الوتر الخ (کنز الدقائق ۳۶)

رمضان میں عشاء کے بعد وتر سے پہلے دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت پڑھنا سنت (موکدہ) ہے۔

## ☆ محمود بن صدر الشریعہ

سن الترویج عشرون رکعۃ بعد العشاء قبل الوتر (مختصر وقایہ ج ۱ ص ۱۷۵)

عشاء کے بعد اور وتر سے پہلے بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت (موکدہ) ہے۔

## ☆ امام ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر

والاصح انها سنة كذا روی الحسن عن ابي حنيفة لانه واطب عليها الخلفاء الراشدون (ہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱)

صحیح یہ ہے کہ (بیس رکعت تراویح پڑھنا) سنت ہے امام حسنؓ نے ابوحنیفہؒ سے اسی طرح نقل کیا ہے اسلئے کہ خلفاء راشدین نے اس پر موافقت کی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے مجلس اکابر علماء ہند کی مرتب کردہ کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ وہی خمس ترویجات (تراویح) پانچ ترویجات (بیس رکعتیں) ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۵)



## ☆ جلال الدین الخوازمی

والسرویحة ههنا اسم لكل اربع ركعات  
فكانت جملة عشرين ركعة وهذا عندنا  
وعند الشافعي  
(الكفاية على الهداية ج ۱ ص ۴۰۷)

ایک ترویجہ چار رکعت کا ہوتا ہے  
توپانچ ترویجے بیس رکعت کے ہوئے  
اور ہمارے اور امام شافعیؒ کے نزدیک  
تراویح بیس رکعت ہیں۔

## ☆ اکمل الدین محمد بن محمود الباری

وروی انه صلى الله على وسلم خرج  
ليلة من ليالي رمضان صلى عشرين  
ركعة فلما كانت الليلة الثانية اجتمع  
الناس فخرج صلى بهم عشرين ركعة  
فلما كانت الليلة الثالثة كثر الناس فلم  
يخرج عليه السلام وقال عرفتم  
اجتماعكم لكني خشيت ان تكذب  
عليكم فكان الناس يصلونها فرادى الى  
زمن عمر فقال عمر اني ارى ان اجتمع  
الناس على امام واحد فجمعهم على  
ابى بن كعب فصلى بهم خمس  
ترويعات عشرين ركعة  
(شرح العناية على هامش فتح القدير  
ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸)

روایت کیا گیا کہ حضور رمضان کی راتوں میں  
سے ایک رات اپنے حجرہ سے باہر (مسجد میں)  
تشریف لے آئے اور لوگوں کو بیس رکعات  
تراویح پڑھائیں دوسری رات بھی لوگ جمع  
ہوئے آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے اور لوگوں  
کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں تیسری رات  
لوگوں کا زیادہ ہجوم ہوا لیکن آپ ﷺ (مسجد میں)  
تشریف نہیں لے آئے (البتہ صبح کے وقت)  
فرمایا کہ تمہارا جمع ہونا مجھے معلوم ہے لیکن مجھے  
اندیشہ ہوا کہ (اگر میں اسی طرح جماعت  
پڑھاتا رہوں) کہیں تم پر یہ فرض نہ کی جائے  
تو پھر لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے تک تبہا  
تبہا ہی پڑھتے رہے ایک روز حضرت عمر فاروقؓ  
نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ میں لوگوں کو ایک  
امام کی اقتداء میں جمع کروں چنانچہ انہوں نے  
انکو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا وہ  
انکو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

## ☆ علاء الدین حصکفی

التراویح سنة مؤكدة لمواظبة  
الخلفاء الراشدين وهي عشرون ركعة  
مسألة المكمل للمكمل بعشر  
تسليمات  
(در مختار ج ۱ ص ۹۸)

تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء  
راشدین نے مواظبت کی ہے .... اور وہ بیس  
رکعتیں ہیں دس سلاموں سے (اور اس کی  
حکمت یہ ہے کہ) مکمل یعنی تراویح مکمل (یعنی  
فرائض اور وتر) کے برابر ہو جائیں (کیونکہ  
فرض و وتر بھی بیس ہیں اسلئے تراویح بھی بیس  
مقرر ہوئیں انکی کی کو یہ پورا کر سکیں)۔

## ☆ مولانا نظام الدین کیرانوی

قوله عشرون ركعة هذا قول الجمهور  
وعليه عمل الناس شرقا وغربا والعجب  
من الجماعة المبتدعة المنحرفة عن  
ائمة الصحابة كيف يتركونها  
(حاشیہ ۱۵ در مختار ج ۱ ص ۹۸)

صاحب در مختار کا فرمان کہ تراویح بیس  
رکعت ہیں یہی جمہور کا قول ہے اور مشرق  
و مغرب یعنی پوری دنیا میں اس پر عمل ہے  
حیرت ہے اس نوزائندہ جماعت پر جو صحابہ  
کبارؓ کے راستہ سے انحراف کئے ہوئے ہیں  
وہ کیسے بیس رکعت کو چھوڑ کر (صرف آٹھ  
رکعت پر اکتفاء کرتے ہیں)

## ☆ فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی الحنفی

وہی عشرون رکعت... ولنا ماروی  
البیہقی باسناد صحیح انہم کانوا یقومون  
علی عہد عمر بعشرین رکعتہ وعلی عہد  
عثمان وعلی مثله فصار اجماعا  
(تبیین الحقائق شرح کنز ج ۱ ص ۱۷۸)

تراویح میں رکعات ہے .... ہماری  
دلیل وہ ہے جسکو امام بیہقی نے صحیح سند  
کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صحابہ حضرت  
عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح  
پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ علیؓ کے  
زمانے میں بھی بیس رکعت ہی پڑھی  
جاتی تھیں تو یہ اجماع صحابہ ہوا۔

## ☆ الشیخ الشبلیؒ

وہو عشرون رکعتہ ای عندنا وہ قال  
الشافعیؒ واحمد نقلہ قاضی عیاض عن  
جمہور العلماء  
(حاشیہ الشیخ الشبلی علی شرح  
الکنز ج ۱ ص ۱۷۸)

اور تراویح ہمارے نزدیک بیس رکعات  
ہیں اور امام شافعیؒ اور امام احمد کا بھی یہی  
فرمان ہے اور قاضی عیاض نے جمہور  
علماء کا فرمان یہی نقل کیا ہے۔

## ☆ شیخ ابراہیم بن محمد الحنفیؒ

علم من هذه المسئلة ان التراویح  
عندنا عشرون رکعة بعشر تسلیمات  
وهو مذهب الجمہور  
(کبیری ۲۰۶)

اس مسئلہ سے بھی معلوم ہوا کہ تراویح  
ہمارے نزدیک بیس رکعت ہیں جو دس  
سلاموں کے ساتھ پڑھی جائیگی اور یہی  
جمہور علماء کا مذہب ہے۔

## ☆ علامہ فرید الدین عالم ابن علاءؒ

انہا مقدرة بعشرین رکعة عندنا وعند  
الشافعی  
(الفتاوی التاتار خانہ ج ۱ ص ۲۵۴)

تراویح کی رکعات کی تعداد ہمارے  
(احنافؒ) اور امام شافعیؒ کے نزدیک  
بیس رکعتیں متعین ہیں

## ☆ علامہ سراج الدین ابو حفصؒ

التراویح سنة وھی خمس ترویحات  
کل ترویحة اربع رکعات بتسلیمتین  
(فتاویٰ سر اجیہ علی ہامش قاضی  
خان، ج ۱ ص ۱۱۸)

تراویح سنت ہے اور پانچ ترویحات ہیں  
اور ہر ترویحہ میں چار رکعتیں ہوتی ہیں  
اور ہر چار رکعتوں کو دو سلاموں کے  
ساتھ ادا کیا جاتا (یعنی بیس رکعتیں  
پڑھی جائیگی دو دو رکعت کر کے)

## ☆ امام فخر الدین حسن بن منصورؒ

مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعیؒ  
ماروی الحسن عن ابی حنیفة قال القیام  
فی شهر رمضان سنة لا یبغی ترکھا  
لیصلی اهل المسجد فی مسجد هم کل  
لیلة سوی الوتر عشیرین رکعة بعشر  
تسلیمات یسلم فی کل رکعتین  
(الفتاوی القاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲)

تراویح کی تعداد ہمارے اور امام شافعیؒ  
کے نزدیک وہ ہے جسکو امام حسنؒ نے  
حضرت امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ  
رمضان کے مہینے میں تراویح سنت ہے  
انکا چھوڑنا روا نہیں ہے ہر مسجد والے اپنی  
مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس  
رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھیں  
اور ہر دو رکعتوں پر سلام پھریں

☆ غیر مقلدین کے محبوب علماء کرام کیا فرماتے ہیں اور غیر مقلدین حضرات کیا کرتے ہیں، غیر مقلدین اپنے علماء کی بات ماننے کیلئے بھی تیار نہیں ہیں۔

غیر مقلدین چونکہ آٹھ رکعت تراویح کے ہی قائل ہیں اسلئے ان کے اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل سات امور کو سمجھنا ضروری ہے ہم ان سات امور کی وضاحت ”غیر مقلدین کے محبوب علماء کے علاوہ خود غیر مقلد علماء کی کتابوں اور عبارات سے کرنے کی کوشش کریں گے۔

- (۱) ☆ کیا حضور ﷺ سے تراویح پڑھنا ثابت ہے۔
- (۲) ☆ حضور ﷺ سے کتنی رات باجماعت تراویح پڑھنا ثابت ہے
- (۳) ☆ کیا حضور ﷺ سے پورے رمضان مستقل باجماعت تراویح پڑھنا ثابت ہے؟
- (۴) ☆ کیا حضور ﷺ سے پورے رمضان باجماعت وتر پڑھنا ثابت ہے؟
- (۵) ☆ کیا حضور ﷺ نے نماز تراویح کی رکعات کی کوئی تعداد مقرر فرمائی ہے؟
- (۶) ☆ غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ
- (۷) ☆ کیا تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ نمازیں ہیں؟

☆ پہلے سوال کا جواب: حضور ﷺ سے تراویح پڑھنا ثابت ہے۔

(مسلم شریف باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح ج ۱ ص ۲۵۹)

☆ دوسرے سوال کا جواب: حضور ﷺ سے صرف تین رات ایک رات ناغہ کر کے نماز تراویح باجماعت پڑھنا ثابت ہے۔ (حوالہ سابق)

☆ تیسرے سوال کا جواب: حضور ﷺ سے پورے رمضان میں مستقل باجماعت تراویح کی نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ حدیث میں اسکی صراحت ہے کہ حضور ﷺ چوتھی رات نماز تراویح کیلئے مسجد میں تشریف ہی نہ لائے بلکہ لوگوں کو اپنے گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۹)

☆ چوتھے سوال کا جواب: حضور ﷺ سے پورے رمضان وتر باجماعت پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ مسلم شریف کی حدیث میں صاف طور پر موجود ہے کہ چوتھی رات آپ ﷺ

نماز تراویح کے لئے حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف ہی نہیں لے آئے چہ جائیکہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھتے (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۹)

فائدہ: یہ چار امور ایسے ہیں جو صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں اور غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہیں چونکہ غیر مقلدین حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اگر انکا یہ دعویٰ صحیح ہے اور احادیث پر عمل کرنے میں سچے ہیں تو انکو صرف تین رات باجماعت تراویح پڑھنی چاہئے تھی وہ بھی ایک دن ناغہ کر کے اور وہ بھی مہینے کی صرف ۲۳/۲۵/۲۷ تراویح کو۔ لیکن غیر مقلدین اس حدیث کے برخلاف اور آنحضرت ﷺ کے عمل کے خلاف پورے مہینے باجماعت تراویح پڑھتے ہیں اور پورے ماہ وتر جماعت سے پڑھتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ سے پورے ماہ وتر باجماعت پڑھنا ثابت ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ جو غیر مقلدین کا عمل ہے وہ احادیث سے ثابت نہیں ہے اور جو احادیث سے ثابت ہے اس پر غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے۔

☆ پانچویں سوال کا جواب: کیا حضور ﷺ نے نماز تراویح کی رکعات کی کوئی تعداد مقرر فرمائی؟ غیر مقلد علماء اسکا جواب دیتے ہیں کہ نہ حضور ﷺ نے اپنے عمل سے رکعات کی کوئی تعداد مقرر فرمائی ہے اور نہ ہی اپنے فرمان سے تعداد مقرر کی ہے چنانچہ

☆ (۱) علامہ شوکانی مشہور غیر مقلد عالم فرماتے ہیں

والحاصل ان الذی دلت علیہ احادیث الباب وما یشاہا ھو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوة فیہ جماعۃ وفرادی فقصر الصلوة المسماء بالتراویح علی عدد معین وتخصیصا بقراءة مخصوصة لھم ترد بہ سنة (نبیل الاوطار ج ۳ ص ۶۱)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور انکے مشابہ حدیثوں کا حال اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے پس تراویح کو کسی خاص حد میں منحصر کر دینا اور انمیں خاص مقدار قرأت کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو حدیث وسنت میں وارد نہیں ہوئی۔

## ☆ (۲) علامہ وحید الزمان معروف غیر مقلد عالم فرماتے ہیں

ولا يتعين لصلوة ليالي رمضان يعني  
التراويح عدد معين الخ  
(نزل الابراج ۱ ص ۲۶ بحوالہ  
خير الفتاوى ج ۲ ص ۵۶۷)

یعنی رمضان کی راتوں کو تراویح کی نماز  
کے لئے کوئی عدد و تعداد متعین نہیں ہے۔

## ☆ (۳) مولانا ابوالخیر نور الحسن غیر مقلد عالم تحریر فرماتے ہیں۔

وبالجملة عدد معين در مرفوع  
نيامده (العرف الجادی ۸۴ بحوالہ  
خير الفتاوى ج ۲ ص ۵۶۷)

یعنی تراویح کا کسی مرفوع حدیث میں کوئی  
متعین عدد نہیں آیا ہے۔

## ☆ (۴) مشہور غیر مقلد عالم مولانا نواب صدیق خان صاحب لکھتے ہیں

ان صلوة التراويح سنة باصلها لما ثبت  
انه صلى الله عليه وسلم صلى هافي  
ليالي ثم تركه شفقة على الامة ان  
لا تجب على الامة او يحسبوا ها واجبة  
ولم يات تعين العدد في الروايات  
الصحيحة المرفوعة الخ  
(الاتصار الرجيع ۶۱ بحوالہ  
خير الفتاوى ج ۲ ص ۵۶۷)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اسلئے  
کہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے  
چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے  
پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس  
کو چھوڑ دیا کہ کہیں امت پر واجب  
نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ  
بیٹھیں اور عدد معین صحیح مرفوع  
روایتوں میں نہیں ہے۔

## ☆ (۵) غیر مقلدین کے محبوب عالم ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ومن ظن ان قيام رمضان فيه عدد موقت عن  
النبي لا يزيد فيه ولا ينقص من فقد اخطا  
(فتاوى ابن تيميه بحواله مرقا ج ۳ ص  
۱۹۳ حاشیہ مشکوٰۃ ۱۱۵)

جس کا خیال یہ ہو کہ تراویح میں  
حضور ﷺ سے کوئی مقرر تعداد  
ایسی ثابت ہے جس میں کمی زیادتی  
نہیں ہو سکتی ہے وہ غلطی پر ہے۔

## ☆ (۶) علامہ سبکی لکھتے ہیں

اعلم انه لم ينقل كم صلى رسول الله صلى  
الله عليه وسلم في تلك الليالي هل  
عشرون او اقل الخ (شرح منهاج منقول  
از تحفة الاخيار ۱۶ و مصابيح ۴۴ بحوالہ  
خير الفتاوى ج ۲ ص ۵۶۷)

یعنی اس بات کا یقین کر لو کہ  
حضور ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے  
کہ آپ ﷺ نے ان راتوں میں  
کتنی رکعتیں پڑھیں ہیں یا کم۔

یہ غیر مقلدین کے چوٹی کے علماء اور انکے محبوب محدثین کے حوالجات ہیں ان مندرجہ بالا حوالجات سے  
یہ امر ثابت اور محقق ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ سے صرف تین رات باجماعت تراویح پڑھنا ثابت ہے نہ  
یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے پورے رمضان جماعت کے ساتھ وتر پڑھی اور نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ  
ﷺ نے پورے مہینے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ تراویح کی آٹھ رکعتیں یا  
کم و بیش رکعتیں ہیں۔

اگر صرف اسی پر بنیدگی سے غور کیا جائے تو غیر مقلدین حضرات (جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور عامل  
بالحدیث کہتے ہیں) کو صرف تین رات ایک رات ناغہ کر کے یعنی ۲۳، ۲۵، ۲۷ جماعت و تراویح  
پڑھنی چاہئے تھی باقی چھ بیس یا ستائیس رات انکو تراویح ہی نہیں پڑھنی چاہئے یا بغیر جماعت کے اپنے

گھروں میں پڑھنی چاہئے تھی تاکہ مکمل طور پر حضور ﷺ کی اقتداء کا حق بھی ادا ہوتا اور کسی حدیث کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی لیکن پریشانی کی بات تو یہ ہے اگر یہ غیر مقلدین بے چارے تین رات ہی باجماعت پڑھیں تو کتنی رکعتیں پڑھیں کیونکہ علامہ شوکانی علامہ وحید الزماں، مولانا ابوالخیر نورالحسن، مولانا نواب صدیق خان اور ابن تیمیہ اور علامہ سبکی کے فرمان کے مطابق تراویح کی رکعات کی کوئی مقدار حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

اگر مذکورہ بالا گذارشات پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو غیر مقلدین کے ساتھ جھک مارنے اور انکے بے ہودہ اعتراضات کے جوابدہی کی بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا گذارشات کسی غیر کی نہیں کہ غیر مقلدین اسکا یہ کہہ کر انکار کریں کہ ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں اور تقلید حرام ہے بلکہ یہ انکے گھر کی شہادت ہے اور مشہور ہے کہ گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے۔

## ☆ پورے رمضان تراویح باجماعت کے ساتھ کیوں پڑھی جاتی ہے

جب پورے رمضان تراویح اور وتر مستقل باجماعت پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے نہ اس بارے میں کوئی فرمان رسول ہے اور نہ ہی عمل رسول ہے پھر غیر مقلدین کیوں تراویح اور وتر باجماعت کے ساتھ پورے مہینے پڑھتے ہیں اس کا صحیح جواب غیر مقلدین کے پاس یہ ہے کہ یہ چیزیں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ (جو حضور ﷺ کے مزاج شناس تھے) سے ثابت ہیں اور حضرت عمرؓ کا عمل حضور ﷺ کے فرمان 'علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين' "تم میری سنت اور خلفاء راشدین کے سنتوں پر عمل پیرا رہو" کے مطابق سنت ہے اسلئے ہم بھی حضرت عمرؓ کی متابعت میں پورے رمضان تراویح اور وتر باجماعت پڑھتے ہیں۔

## ☆ خلفاء راشدین کا عمل بھی سنت ہے

### چنانچہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

فلما كان عمرُ جمعهم على اما  
م واحد وهو ابى بن كعب الذي  
جمع الناس عليه بامر عمر بن  
الخطاب وعمرُ هو من الخلفاء  
الراشدين حيث يقول عليكم  
بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين  
المهديين من بعدى عضوا  
عليها بالنوازل جده يعنى  
الاضراس لانها اعظم فى القوة  
وهو الذى فعله هو سنة  
(فتاوى ابن تیمیہ ج ۲۳/۳۲۳)

حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو حضرت ابن کعبؓ کی امامت میں جمع کیا اور حضرت عمرؓ خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اس کو داڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو (حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے داڑھوں کا ذکر اسلئے کیا) کہ داڑھوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے اس سے جو چیز پکڑی جاتی ہے وہ چھوٹی نہیں ہے الغرض حضرت عمرؓ کا یہ اقدام عین سنت ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ قول عین سنت ہے۔

## ☆ مولانا نذیر حسین غیر مقلد عالم فرماتے ہیں

جمعہ کے روز تیسری اذان جو حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں نہیں دی جاتی تھی اس کے بارے میں مولانا سید حسین صاحب نے فتاویٰ نذیریہ میں ایک تفصیلی فتویٰ درج کیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اذان اگر پہلے نہ تھی لیکن خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ نے اسکا حکم دیا ہے اس لئے یہ بھی سنت ہے۔ یہ فتویٰ دلچسپ اور مدلل ہے غیر مقلدین کے لئے اس میں کافی سبق ہے کہ کتنی چیزیں حضور ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھیں خلفاء راشدین کے حکم سے وجود میں آئی ہیں اسکے باوجود یہ بھی سنت ہیں ہم اس کے فتویٰ کے چند اقتباسات ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) ونیز اذان ثالث روز جمعہ اول وقت درخیر قرون جاری شد وبسیار ازصحابہ کرام در زمان عثمان موجود بودند یعنی علی وابن مسعود ابوالدرداء وانس وزبیر وطلحہ وحذیفہ وعمار بن یاسر وبلال وعبدالله بن عباس وجابر وغیرہم وکسے از ایشان بر اذان ثالث اعتراض نکردہ ودریں اجماع سکوتی یافتہ شد چنانچہ در شرح بخاری ومسلم وغیرہ مذکور است ونیز کسے از محدث اصحاب ستہ وغیرہم بر آن حرفگیری نکرده وبدعت نگفته چنانچہ برواقفان سیر وتاریخ مخفی نیست الخ

**ترجمہ :** اور یہ بھی ہے کہ اذان ثالث جمعہ کے روز اول ہی وقت خیر القرون میں جاری ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بہت سے صحابہؓ موجود تھے جیسے حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوالدرداءؓ، حضرت انسؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ وغیرہ ہم اور ان میں سے کسی نے اذان ثالث پر اعتراض نہ کیا اس میں اجماع سکوتی پایا گیا جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ کی شروح میں مذکور ہے اور اصحاب ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) وغیرہم محدثین میں بھی کسی نے حرف گیری نہ کی اور بدعت نہیں کہا جیسا کہ سیر وتاریخ کے واقف کار لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۷۱۳)

(۲) ازیس در زمان متاخر شیخ ابن تیمیہ وابن قیم باوجود احتراز از ادنیٰ بدعت اذان ثالث را بعمل آوردند وبدعت نشمر دند و ترک نکردند وائے بر حال نا واقفان بر امر غیر مبہم جنگ وجدال وشقاق نما نید او ہادی مطلق ہمہ مسلمانان راز نقاق وشقاق واختلاف کہ در سلف صالحین قرون ثلثہ از آن سکوت ورزیدند محفوظ وارد بر آیت فاستبقوا الخیرات توفیق عمل دہد الخ

**ترجمہ :** اسی سبب پچھلے زمانہ میں شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ادنیٰ بدعت سے احتراز کرنے کے باوجود اذان ثالث کو جاری رکھا بدعت میں شمار نہیں کیا اور نہ اس کو ترک کیا ناواقفوں کے حال پر افسوس ہے کہ غیر مبہم کام پر جنگ وجدال اور شقاق (اختلاف) کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نفاق وشقاق سے اور سلف صالحین نے جس سے سکوت فرمایا اس میں اختلاف کرنے سے محفوظ رکھے اور آیت فاستبقوا الخیرات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۷۱۵)

(۳) مسئلہ اولیٰ جمع قرآن وترتیب سورونماز تراویح ہیئتہ مخصوصہ واذان ثالث برائے نماز جمعہ واعراب قرآن مجید ومناظرہ اہل بدعت بدلائل نقلیہ وتصنیف کتب حدیث وتبیین قواعد نحووتنقید روایات حدیث واشتغال دراستنباط احکام فقہیہ بقدر حاجت ہمہ از قبیلہ ملحق بالسنتہ است کہ در قرون مشہود لہا بالخیر مروج گشتہ وبآں تعامل بلانکیر در ان قرون جاری شدہ چنانچہ بر مہرہ فن تاریخ پوشیدہ نیست ۔

**ترجمہ :** پہلا مسئلہ قرآن کا جمع کرنا اور سورتوں کی ترتیب دینا اور ہیئتہ مخصوصہ نماز تراویح کا ہونا اور نماز جمعہ کے واسطے اذان ثالث کا جاری کرنا اور قرآن مجید پر اعراب لگانا اور دلائل نقلیہ کے ساتھ بدعتوں سے مناظرہ کرنا اور کتب حدیث کا تصنیف کرنا اور قواعد نحو کو بیان کرنا اور حدیث کے راویوں کی جانچ پڑتال کرنا اور بقدر ضرورت احکام فقہیہ کے استنباط میں مشغول ہونا یہ سب ملحق بالسنتہ کے قبیل سے ہیں اور قرون مشہود لہا بالخیر میں اسکا رواج ہو چکا تھا اور اس زمانے میں اس پر بلا کیر تعالٰی جاری ہو چکا تھا جیسا کہ فن تاریخ کے ماہرین پر پوشیدہ نہیں ہے (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۳۶ تا ۱۴۷)

### ☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث فرماتے ہیں۔

جب حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ ہوا اور آپ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپؓ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں جاری کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب یہ ہے تو اذان مذکور آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق خلفاء راشدین کی سنت میں داخل ہے جو لوگ اس اذان کو بدعت بتاتے ہیں یہ انکی غلط فہمی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۶)

### ☆ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلفاء راشدین کا فعل وقول سنت ہے

بخاری شریف اور مسلم شریف کتاب الحدود میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے

لان رسول اللہ لم یسنہ ۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ مسلم شریف ج ۲ ص ۷۲ والفظ للمسلم)

یعنی حضور ﷺ نے شرابی کی سزا میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور دیگر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ

حضور ﷺ شرابی کو گاہے کپڑے سے مارتے تھے کبھی جوتوں سے اسکی مرمت کرتے تھے کبھی کوڑوں سے مارتے تھے کبھی ٹہنیوں اور شاخوں سے پٹائی کرتے تھے اور گاہے چالیں کوڑے مارتے تھے اور کسی وقت زیادہ مارتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اسی طرح مختلف سزائیں دی جاتی تھیں حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کو جمع کیا تو صحابہؓ نے باہمی اتفاق سے شرابی کی سزا اسی کوڑے مقرر کی۔ مسلم شریف میں حضرت علیؓ کا فرمان ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

ثم قال جلد النبی ﷺ اربعین  
وابوبکر رضی اللہ عنہ اربعین  
وعمر رضی اللہ عنہ ثمانین وکل سنة  
وهذا احب الی  
(مسلم شریف ج ۲ ص ۷۲)

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے چالیں کوڑے لگائے اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی چالیں کوڑے لگائے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے لگائے یہ سب طریقے سنت ہے البتہ اسی کوڑے لگانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

**فائدہ:** بخاری شریف و مسلم شریف کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے شرابی کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور مختلف طریقہ پر اس کو سزا دی جاتی تھی جو کبھی چالیں کوڑے ہوتے تھے گاہے کم و بیش ہوتی تھی مسلم شریف کی آخری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے گاہے شرابی کو چالیں کوڑے لگائے تھے حضرت ابو بکرؓ کا عمل اس کے مطابق تھا لیکن حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے اسی کوڑے مقرر کئے اور حضرت علیؓ ہر ایک کے عمل کو سنت کہتے ہیں اور خود فرماتے ہیں میرے نزدیک اسی کوڑے لگانا زیادہ بہتر ہے۔

## ☆ مولانا وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں

مشہور غیر مقلد عالم مولانا وحید الزماں صاحب مسلم شریف کی اردو شرح میں فرماتے ہیں۔  
نوویؒ نے کہا اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے احکام کی عظمت کرتے تھے اور ان

کے حکم و قول کو سنت جانتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے (قول و حکم کو سنت جانتے تھے) رد ہو گیا شیعہ کا جو اس کے برخلاف سمجھتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کا فعل اور قول دین کی باتوں میں سنت ہے گو ہم کو اس کی دلیل معلوم نہ ہو اور دوسری حدیث میں صاف وارد ہے کہ میری سنت پر عمل کرو اور خلفاء راشدین کی سنت پر۔ (شرح اردو مسلم شریف ج ۳ ص ۳۳۷)

**فائدہ:** اس مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خلفاء راشدین کا قول و فعل سنت ہے اگرچہ ہمیں اس کی دلیل معلوم بھی نہ ہو۔

اس عبارت کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ہم غیر مقلدین کے چوٹی کے علماء کا یہ بیان تسلیم کریں کہ حضور ﷺ سے تراویح کا ثبوت نہیں ہے یعنی نہ آٹھ کا ثبوت ہے نہ بیس کا اور یہ بھی مسلم ہے کہ صحابہؓ نے بیس رکعات پر اتفاق کیا تو اگرچہ ہمیں اسکی دلیل کا علم نہیں ہے تب بھی مولانا وحید الزماں اہل حدیث کے چوٹی کے عالم کے فرمان کے مطابق یہ سنت ہے۔

حافظ ابن تیمیہ اور غیر مقلد علماء کے ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خلفاء راشدین کا عمل عین سنت ہے خلاف سنت نہیں اور جب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے حکم اور ان کے عمل کو سنت سمجھنا ضروری ہے اور بدعت کہنا زیادتی ہے تو خلیفہ ثانی ناطق بالحق والصواب حضرت عمرؓ کے حکم و عمل جسکی تائید صحابہؓ نے اپنے اجماع سکوتی سے کی کیا اس کو سنت سے باہر یا خلاف سنت کہا جاسکتا ہے؟ یہاں تک مولانا ندیر حسینؒ کے فتویٰ کے اقتباسات میں یہ بھی ملاحظہ کیا گیا کہ انہوں نے مریدوں چیزوں کو ملحق بالسنّت کہا ہے کیونکہ خیر القرون (صحابہ تابعین تبع تابعین کے دور) میں بلا کسی تکلیف کے ان پر عمل تھا حالانکہ حضور ﷺ کے زمانے میں ان امور کا وجود نہ تھا۔ اس پوری تفصیل کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اب غیر مقلد احباب سے یہ سوال ہے۔

## ☆ غیر مقلد احباب سے ایک سوال

جب پورے رمضان کی باجماعت تراویح اور تراویح حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ لوگ پورے رمضان تراویح اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو کیونکہ حضرت عمرؓ نے اسکا حکم دیا



توجب (بقول ابن تیمیہ، علامہ شوکانی، علامہ وحید الزماں، مولانا ابوالخیر، مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب) تراویح کی تعداد آٹھ یا کم بیش حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے تو اس بارے میں بھی تم کیوں حضرت عمرؓ کی طرف رجوع نہیں کرتے ہو جبکہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعت تراویح صحیح طور پر ثابت ہیں۔

### چنانچہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فلما جمعهم عمرؓ علی ابی بن کعب  
کان یصلی بہم عشرين رکعة ثم یوتر  
بثلاث. (الفتاویٰ المصریہ  
ج ۲ ص ۴۰۱ نماز پیمبر ۲۴۰)

جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت میں جمع کیا تو وہ انکو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور شروع میں اسکے متعلق مختلف آثار نقل کئے گئے ہیں

**سوال کا خلاصہ یہ ہے** کہ اگر حضرت عمرؓ کا اجتہاد اس معاملہ میں (کہ ہر رمضان میں بالا التزام تمام مساجد میں ہر روز باجماعت تراویح کا اہتمام کیا جائے) آپ حضرات نے قبول فرمایا اور اسے خلاف سنت قرار نہیں دیا بلکہ آپکے علماء کے نزدیک یہ بھی اور خلفاء راشد کا ہر عمل عین سنت ہے (حالانکہ اس کیفیت کے ساتھ تراویح حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے اسی طرح آپ کے مقتدر علماء کے نزدیک تراویح کی تعداد بھی حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے) تو آخر تراویح کی بیس رکعت مقرر کرنے کے بارے میں حضرت عمرؓ کا اجتہاد کس دلیل سے خلاف سنت یا قابل ترک ہو گیا۔ یعنی نہ حضور ﷺ سے پورے رمضان باجماعت تراویح پڑھنا ثابت ہے اور نہ ہی آپکے علماء کے فرمان کے مطابق حضور ﷺ سے تراویح کی رکعات کی تعداد ثابت ہے تو جب آپ حضرات نے پورے رمضان جماعت سے پڑھنے کو حضرت عمرؓ کے حکم کی بنا پر تسلیم کیا تو بیس رکعت تراویح کو کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو حالانکہ حضرت عمرؓ نے ابن تیمیہ وغیرہ کے کہنے کے مطابق بیس رکعت کا ہی حکم دیا تھا۔ غیر مقلدین کی طرف سے اس دوری کا مطلب ہم ادنیٰ درجہ میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرات آرام طلب بننا چاہتے ہیں حضرت عمرؓ کے جس قول و فعل میں آرام و آسائش ہے اسکو لیا اور اسکو سنت کا درجہ دیا (یعنی جماعت کے ساتھ

تراویح پڑھنا) اور حضرت عمرؓ کے جس حکم (یعنی بیس رکعات تراویح) میں محنت اور مشکلات نظر آئے اسکو چھوڑ ہی نہیں بلکہ چھوڑنے کا جواز پیدا کرنے کے لئے خلاف سنت بلکہ بدعت کی پھبتی کرنے سے بھی نہ چو کے

### ☆ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک اہل حدیث سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

محترم سائل نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آٹھ رکعت سے زائد پڑھنا خلاف سنت ہے اس دعوے کی بنا انہوں نے اس بات پر رکھی کہ نبی ﷺ نے تراویح میں آٹھ رکعت پڑھی ہیں حالانکہ اگر اس بنیاد پر آٹھ سے زائد پڑھنے کو خلاف سنت کہنا درست ہے تو پھر تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہی جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے اور اس سے زائد پڑھنے کو خلاف سنت قرار دیا جانا چاہئے اسلئے کہ حضور ﷺ سے باجماعت تراویح صرف اس حد تک ثابت ہے سوال یہ ہے کہ اگر اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد کہ ہر رمضان میں بالا التزام تمام مساجد میں ہر روز باجماعت تراویح کا اہتمام کیا جائے آپ نے قبول فرمایا اور اسے خلاف سنت قرار نہیں دیا تو آخر تراویح کے لئے بیس رکعت مقرر کرنے کے بارے میں انکا اجتہاد کس دلیل سے خلاف سنت ہو گیا (رسائل و مسائل ج ۳ ص ۳۲۵)

### ☆ چھٹا امر (چھٹے سوال کا جواب) غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ

گذشتہ تفصیل کے مطابق چونکہ حضرت محمد ﷺ سے پورے رمضان تراویح پڑھنا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی غیر مقلدین کے مقتدر علماء کے نزدیک تراویح کی کوئی تعداد حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اس دعویٰ پر انکے سامنے یہ سوال کھڑا ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ کی پوری بات کیوں نہیں تسلیم کی اگر انکے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کو تسلیم کیا تو انکی بیس رکعت کے حکم کو کیوں نہیں تسلیم کیا تو اسکا جواب بعض غیر مقلدین اپنے علماء کی تصریحات کے برخلاف یہ دیتے ہیں کہ یہ بات قطعاً صحیح نہیں ہے کہ تراویح کی رکعات کی تعداد ثابت نہیں ہے بلکہ تراویح کی تعداد ثابت ہے اور وہ آٹھ رکعتیں ہیں حضور ﷺ نے بھی آٹھ رکعت پڑھی ہیں اور حضرت عمرؓ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا ہے۔ اب غیر مقلدین کے اکابر علماء کی بات درست ہے کہ تراویح کی تعداد ثابت نہیں ہے یا اصغر علماء کی بات صحیح ہے کہ تعداد مقرر ہے اور وہ آٹھ رکعتیں ہیں یہ چونکہ غیر مقلدین کے گھر کی بات ہے اسلئے ہم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں البتہ

جو اصغر علماء غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اور عمرؓ سے آٹھ ہی کا ثبوت ہے ہم مختصر اُنکے دلائل کا جائزہ لینگے۔ واللہ الموفق

## ☆ غیر مقلدین عام طور پر چار دلیلوں کو پیش کرتے ہیں

### ☆ پہلی دلیل

عن جابر قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان ليلة ثمان ركعات واوتر فلما كانت من القابلة اجتمعنا في المسجد ورجونا ان يخرج فلم نزل فيه حتى اصبحنا ثم دخلنا فقلنا يا رسول الله اجتمعنا البارحة في المسجد ورجونا ان تصلي بنا فقال اني خشيت ان يكتب عليكم الخ راوه الطبراني في الصغير ومحمد بن نصر المروزي في قيام الليل وابن خزيمة وابن حبان (تحفة الاحوزي ج ۳ ص ۲۴۱)

(جواب (۱) یہ انتہائی ضعیف حدیث ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ ابن جاریہ ہے جس پر محدثین نے بہت جرحیں کی ہیں مثلاً بعض نے لکھا کہ وہ قوی نہیں ہے بعض نے لکھا اس کے پاس متعدد روایات منکر ہیں بعض محدثین نے کہا وہ منکر الحدیث ہے بعض نے اسکو متروک کہا ہے بعض نے اس کوضعفاء

میں شمار کیا ہے اور کچھ محدثین نے کہا اسکی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۴۸ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۰)

اور دوسرا راوی محمد بن حمید الرازی سے یہ بھی ضعیف ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۵ ص ۸۵)  
(۲) نیز اس حدیث میں صرف ایک رات نماز پڑھانے کا ذکر ہے جبکہ مسلم شریف وغیرہ صحیح احادیث میں تین رات نماز پڑھنے کا ذکر ہے تو یہ ضعیف حدیث صحیح حدیث کے خلاف بھی ہوئی۔  
(۳) اگر یہ حدیث ہوتی تو غیر مقلدین اکابر علماء کے سامنے بھی حدیث ہوتی وہ ہرگز یہ نہ کہتے کہ تراویح کی کوئی مقدار آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

### ☆ دوسری دلیل :

عن جابر جاء ابی ابن كعب في رمضان فقال يا رسول الله انه كان مني ليلة شبي يعني في رمضان قال وماذا لك يا ابی قال نسوة في داري قلن انا لا نقرأ القرآن فصلى خلفك بصلاتك فصليت بهن ثمان ركعات واوتر فسكت عنه وكان شبه الرضاء الخ (رواه ابو يعلى من حديث جابر بن عبد الله تحفة الاحوذی ج ۳ ص ۲۴۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہوگئی۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں میں نے انکو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر بھی آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار کی اور یہ بات رضا مندی کے مشابہ تھی۔

(جواب ۱) یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند بھی یحییٰ بن جریس کی حدیث ہے اور اسمیں ایک راوی عیسیٰ بن جریس ہے اسکا حال گذر چکا ہے کہ یہ مجروح راوی ہے۔

(جواب ۲) حضرت ابی کے اس واقعہ کو تراویح سے متعلق قرار دینا بالکل بے دلیل ہے روایت کے کسی ایک لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ تراویح کا واقعہ ہے بلکہ ان کے گھر کے اندر کا واقعہ ہونا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ وہ تہجد کا واقعہ ہے لہذا اس روایت کو تراویح کی آٹھ رکعتوں کے ثبوت میں پیش کرنے سے پہلے لازم ہے کہ اس کا تراویح ہونا کسی لفظ سے ثابت کیا جائے مگر کوئی اب تک اسکو ثابت نہ کر سکا۔

### ☆ تیسری دلیل

عن السائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوم للناس باحدى عشر رکعة :  
(موطا مالک ۴۰۱)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں۔

(جواب : ۱) اس بارے میں ہم شروع میں کافی احادیث نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعب کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا انہیں سے ہم یہاں چند حوالہ نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ابن خطابؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ پر اکٹھا کر دیا آپ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۲۰۲)

(۲) حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے حضرات صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر جمع کیا تو وہ انکو (پہلے) بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھاتے تھے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۳)

(۳) حافظ ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت ابی بن کعبؓ صحابہؓ کو رمضان

بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے یہی بہت سے علماء کا مسلک ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے مہاجر اور انصار صحابہؓ کی موجودگی میں بیس رکعتیں پڑھائیں اور کسی بھی صحابی نے اسپر تکبر نہ کی (فتاویٰ تیمیہ ج ۲ ص ۱۱۲)

☆ جواب (۲) سائب بن یزید سے یہ روایت محمد بن یوسف نقل کرتے ہیں محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں اور انکی روایت آپس میں بہت مختلف ہے تفصیل اس طرح ہے۔

### ☆ سائب بن یزید محمد بن یوسف :

محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں۔

ارام مالک، ۲ محمّی بن قطان، ۳ عبدالعزیز، ۴ محمد بن اسحاق، ۵ عبدالرزاق

### ☆ پہلا شاگرد امام مالکؒ

کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھایا کریں۔

☆ فائدہ : اگر کیا اسپر عمل ہوا یا نہ ہوا اسکا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

۲ نیز اس میں رمضان کا ذکر ہے نہ تراویح کا تذکرہ ہے۔

۳ یہی وجہ ہے کہ ابن عبدالبر اس کے متعلق کہتے ہیں۔

الان الاغلب عندی ان قوله احد عشر وهم

یعنی میرے نزدیک غالب گمان یہی ہے کہ گیارہ کا ذکر وہم کی بنیاد پر ہوا ہے۔

(۴) یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہر ایک (ابی بن کعب اور تمیم داری) کو دس دس رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور وتر گاہے ایک پڑھاتے تھے اور کبھی دوسرے پڑھاتے تھے۔

واحدی عشرة باعتبار کل واحد منهما فكان یصلی کل واحد منهما عشرة أو الواحد

الوتر یصلی مرة هنا ومرة هنا فیصح النسبة الیہما معاً (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۴)  
 اس صورت میں نہ وہ کم کی بنیاد رہے گی اور نہ ہی کسی روایت کے مخالف ہوگی بلکہ ان روایات کے موافق ہوگی  
 جنہیں بیس رکعت کا ذکر تھا خلاصہ یہ ہے کہ دو کو دس دس رکعت پڑھانے کا حکم دیا (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۴)  
 (۵) مؤطا مالک میں اس کے بعد ہی یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں صحابہ بیس رکعت  
 تراویح پڑھتے تھے (۶) نیز بیہقی نے معرفہ میں حضرت سائب کا جو عمل نقل کیا ہے اس میں بھی بیس  
 تراویح پڑھنے کا ذکر ہے اگر گیارہ والی روایت صحیح ہوتی تو وہ بھی گیارہ ہی پڑھتے لہذا ان کا عمل بھی اس  
 بات کا قرینہ ہے کہ بیس تراویح والی روایت ہی صحیح ہے (نماز پیہر ۲۳۹)

## ☆ دوسرا شاگرد یحییٰ بن قطان

یحییٰ بن قطان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیمؓ پر لوگ کو جمع کیا پس وہ دونوں  
 گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے انکو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا (۲) نہ ہی اس  
 میں رمضان و تراویح کا ذکر ہے (۳) نیز اس میں وہ توجہات ممکن ہیں جو حضرت امام مالک کی حدیث  
 میں ذکر کی گئی ہیں۔

## ☆ تیسرا شاگرد عبدالعزیز بن محمد

عبدالعزیز بن محمدؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** لیکن اس میں نہ حضرت عمرؓ کے حکم کا ذکر ہے۔

(۲) نہ ہی حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیمؓ داری کا تذکرہ ہے۔

(۳) اور نہ ہی رمضان و تراویح کی طرف کوئی اشارہ ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ تہجد کا ذکر ہے۔

## ☆ چوتھا شاگرد ابن اسحاق

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانے میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس میں نہ حضرت عمرؓ کے حکم کا تذکرہ ہے۔

(۲) نہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت تمیمؓ داری کا تذکرہ ہے۔

(۳) مزید برآں اس میں گیارہ کے بجائے تیرہ کا ذکر ہے۔

(۴) نہ تراویح و تہجد کا ذکر ہے ممکن ہے کہ تہجد کی نماز ہو۔

## ☆ پانچواں شاگرد عبدالرزاق

**فائدہ:** اس میں گیارہ کے بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

غرض ایک ہی استاذ محمد بن یوسف کے پانچ شاگردوں میں اتنا اختلاف ہے لہذا عدد کے بارے میں  
 مضطرب ہے اور قابل حجت نہیں ہے۔

**جواب (۲)** محمد بن یوسف کے ساتھی یزید بن خنیفہ کی روایت سائب بن یزید سے سنن کبریٰ پہنچی ج ۲  
 ص ۶۹۹ میں یہ ہے۔

عن ابی ذئب عن یزید بن خنیفہ عن سائب  
 بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر  
 بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعة  
 الخ (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۵)  
 یعنی ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید  
 بن خنیفہ سے کہ سائب بن یزیدؓ  
 فرماتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں ان کے  
 زمانے کے لوگ رمضان میں بیس  
 رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو امام نوویؒ، امام عراقیؒ، امام سیوطیؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

دیکھو۔ (تحفۃ الاخیار ص ۵۴ اور ارشاد الساری ج ۳ ص ۲۶۶ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵)

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت امام بیہقی کی دوسری کتاب ”معرفت السنن والاثر“ میں ہے اسکی سند کو علامہ سبکی نے شرح منہاج میں اور ملا علی قاری نے شرح مؤطا میں صحیح قرار دیا ہے (دیکھو تھتہ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵)

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہد فاروقی میں بیس رکعت پڑھتے تھے برخلاف محمد بن یوسف کے کہ ان کے پانچ شاگرد سائب کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ یزید بن خثیفہ کی روایت پر اعتماد کیا جائے مگر اہل حدیث (غیر مقلدین نے) محمد بن یوسف کی مختلف فیہ مضطرب اور مشکوک روایت پر اعتماد کر کے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔

(خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۷۶ مح حذف فوائد اعلام السنن ج ۷ ص ۸۲/۸۵)

اور حضرت عمرؓ کے بارے میں پہلے صحیح روایت حافظ ابن تیمیہؒ کے بیان کے ساتھ گزر چکی ہیں کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح کا حکم دیا ہے نیز یہ روایات بھی مد نظر رہیں۔

(۱) روی الحارث بن عبدالرحمن  
عن السائب بن یزید قال کان القیام  
علی عہد عمر بثلث وعشرین رکعة  
(اوجز المسالک شرح  
مؤطا مالک ج ۱ ص ۳۹۴)

حضرت حارث بن عبدالرحمن سائب ابن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے دور میں تیس رکعات پڑھی جاتی تھیں بیس تراویح اور تین وتر۔

(۲) روی محمد بن نصر فی قیام  
اللیل من رواۃ یزید بن خثیفہ عن  
السائب بن یزید قال انہم کانوا  
یقومون فی عہد عمر بعشرین رکعة  
(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۴)

محمد بن نصر نے قیام اللیل میں خثیفہ عن السائب بن یزید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ انہوں (سائب بن یزید) نے کہا کہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۳) عن یحییٰ بن سعید ان عمرؓ امر  
رجلا یصلی بہم عشرین رکعة  
(اخرجه ابن شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵، اوجز  
المسالک ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

(۴) عن حسن بن عبدالعزیز ان ابی  
کان یصلی بالناس فی رمضان بالمدينة  
عشرین رکعة ویوتر بثلاث. (اخرجه  
ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵ اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت حسن بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ صحابہ کو رمضان میں مدینہ منورہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

غرض تیسری دلیل پر پوری طرح غور کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت خود بخود ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم داری کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ گیارہ رکعت پڑھانے کا ثبوت صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

☆ تیسری دلیل کا مطلب مولانا نواب صدیق صاحب کے نزدیک  
تیسری دلیل میں حضرت عمرؓ کا گیارہ رکعت پڑھنے کا جو حکم پیش کیا گیا اسکی وضاحت ہم نقل کر چکے ہیں

البتہ ایک غیر مقلد عالم مولانا نواب صدیق صاحبؒ اس کے بارے میں علام سبکیؒ کا عبدالبرؒ سے یہ مطلب نقل کرتے ہیں۔

قال السبکی عن عبدالبر  
اختاروا في وقت تطويل القيام  
فجعلوها إحدى عشر ركعة وفي  
وقت عدد الركعات فجعلوها  
عشرين واستقر العمل على هذا  
(ہدایت المسائل ۱۳۸)

یعنی عبدالبرؒ سے سبکی نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں تطویل قرأت کو انہوں نے پسند کیا تو گیارہ رکعت کو مقرر کیا دوسرے وقت میں عدد رکعات کو بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کیا اب بے شک پوری امت کا عمل انہی بیس رکعت پر مستقر ہوا۔  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۳، اوجز المسائل ج ۱ ص ۳۹۴، تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۴۴۴)

گویا بالفرض اگر گیارہ کا ثبوت صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اگر خان صاحب کی مذکورہ تطبیق تسلیم کی جائے تو اب آٹھ پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ امت کا اتفاق حضرت عمرؓ کے آخری حکم پر ہوا اور وہ بیس رکعت تراویح کی صورت میں ہے یہی تطبیق علامہ بیہقی نے نقل کی ہے۔

☆ مولانا مودودی صاحب اس حدیث سے استدلال کرنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں:

سائل فاضل کی یہ کوشش کہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعت کے ثبوت ہی میں سرے سے شک پیدا کر دیا جائے درحقیقت مکابره (حق کا انکار) کے سوا کچھ نہیں ہے یہ بات قریب قریب یقینی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کے لئے بیس مقرر کی تھیں صحابہؓ نے اس سے قبول کیا اور اس کے بعد بھی خلفاء اور صحابہؓ کا عمل اس پر رہا ترمذی کا بیان ہے۔

واکثر اهل العلم على ما روى عن  
عمرؓ وعليؓ وغيرهما من  
اصحاب النبي عشرين ركعة  
محمد بن نصر المروزي نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہی عمل نقل کیا ہے، ابن ابی شیبہ نے اسے حضرت عمرؓ

حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور متعدد دوسرے صحابہؓ کا اثر بتایا ہے ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ جمہور علماء بیس رکعت ہی کے قائل ہیں اور صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہوا ہے.....

اس کے مقابلہ میں محترم سائل کا تمام تر اعتماد اس روایت پر ہے جو امام مالک نے موطا میں سائب بن یزید سے نقل کی ہے اور جس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے وتر سمیت ۱۱ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا لیکن اس سلسلے میں تین باتیں قابل غور ہیں اول یہ کہ اسی موطا میں امام مالکؒ یزید بن رومان کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے وتر سمیت ۲۳ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر محترم سائل نے اس روایت کا نظر انداز کر دیا۔ دوم یہ کہ وہی سائب بن یزید جن سے امام مالکؒ ۱۱ رکعت کی روایت نقل کرتے ہیں ان سے ایک دوسری روایت بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ۲۳ رکعت کے حق میں نقل کی ہے اور اس سے گمان ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے ۱۱ رکعتیں مقرر کی بھی تھیں لیکن بعد میں انکو ۲۳ رکعت سے بدل دیا ہوگا۔ سوم۔ یہ کہ امام مالک خود ان روایتوں پر عمل نہیں کرتے تھے الخ۔ (رسائل ومسائل ج ۳ ص ۳۴۵ تا ۳۴۷)

### ☆ چوتھی دلیل

عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه  
اخبره انه سأل عائشة كيف كانت  
صلوة رسول الله في رمضان فقالت  
ما كان رسول الله يزيده في رمضان  
ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة  
يصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنهن  
وطولهن ثم يصلی اربعاً فلا تسأل عن  
حسنهن وطولهن ثم يصلی ثلاثاً  
قالت عائشة فقلت يا رسول الله اتنام  
قبل ان تؤتر فقال يا عائشة ان عینی  
تنامان ولا ينام قلبي  
(بخاری جلد اول ۵۴ کتاب التہجد  
باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ)

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمنؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان المبارک میں کیسی ہوتی تھی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (پہلے) آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ وہ کسی خوبصورت اور دراز ہوتی تھیں پھر چار پڑھتے نہ پوچھ وہ کسی خوبصورت اور کتلی دراز ہوتی تھیں۔ پھر آپ تین رکعت ادا فرماتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔

غیر مقلدین حضرات اس حدیث کو بڑے طمطراق کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں چنانچہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے بہت اعتماد کے ساتھ لکھتے ہیں۔

لما ماقلنا من ان احدى عشرة ركعة  
هي النابتة عن رسول الله فلما روى  
البخارى ومسلم وغيرهما النج  
(تحفة الاحوذى ج ۳ ص ۴۴۰)

یعنی ہم (غیر مقلدین) جو یہ کہتے ہیں گیارہ رکعت ہی حضور ﷺ سے ثابت ہیں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ نے روایت کیا ہے پھر انہوں نے یہی حدیث نقل کی ہے۔

### ☆ مولانا سید نذیر حسین غیر مقلد لکھتے ہیں:

پس واضح ہو کہ احادیث صحیحہ سے رسول اللہ سے نماز تراویح مح وتر کے گیارہ رکعت ثابت ہیں اگلے صفحے پر لکھتے ہیں اور جن راتوں میں آپ نے صحابہ کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھی ان راتوں میں بھی گیارہ ہی رکعت پڑھنا ثابت ہے (فتاویٰ نذیری ج ۱ ص ۵۰۶ تا ۵۰۵)

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد اپنے غیر مقلد شیخ کے فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فی الواقع احادیث صحیحہ سے گیارہ ہی رکعت تراویح مح وتر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔۔۔ اور کسی حدیث صحیح سے رسول اللہ کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہے الخ۔ (فتاویٰ نذیری ج ۱ ص ۵۰۷ تا ۵۰۸)

غیر مقلدین کے ان بلند و بانگ دعوؤں کی حقیقت ظاہر کرنے کیلئے ہم اس حدیث شریف پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

**فائدہ:** اس حدیث شریف کا صحیح مطلب بیان کرنے سے پہلے چند امور کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) غیر مقلدین کے معروف و محبوب عام علماء (علامہ ابن تیمہ، علامہ سبکی، علامہ قاضی شوکانی، مولانا وحید الزمان، مولانا ابوالخیر نور الحسن اور مولانا صدیق حسن خان) کا بیان اور فرمان پہلے باحوالہ گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے بھی تراویح کی صحیح تعداد کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے نہ آٹھ ثابت ہیں

اور نہ ہی بیس رکعت کا ثبوت ہے یہ تو اکابر علماء غیر مقلدین کا بیان ہے حالانکہ ان کے پاس بھی یہ حدیث تھی انکی کتابوں میں بھی یہ حدیث شریف درج ہے کیا وجہ ہے کہ وہ اس حدیث سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہ کر سکے اور بعد میں آنے والے غیر مقلد علماء نے اسی حدیث سے آٹھ رکعت تراویح ثابت کی اور بہت اہتمام کے ساتھ اس حدیث کو آٹھ رکعت تراویح کی دلیل میں پیش کرتے ہیں یہ فیصلہ تو غیر مقلدین حضرات خود ہی کریں گے کہ انکے متقدمین علماء اور سابقین اولین کی سمجھ اونچی تھی یا متاخرین کی سوچ اعلیٰ تھی؟

(۲) اس حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ پورے بارہ مہینے گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے بقول غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح اور تین رکعت وتر اور حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

ماکان رسول الله يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة .

یعنی حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ احادیث کی کتابوں میں مختلف تعداد بیان کی گئی ہے مثلاً بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ سترہ رکعت پڑھتے تھے بعض روایات میں ہے پندرہ رکعت پڑھتے تھے اور بعض روایات میں تیرہ کا ذکر بعض احادیث میں گیارہ کا ذکر ہے اور بعض روایات میں نو کا ذکر اور بعض میں سات رکعت کا ذکر آیا ہے۔ گویا دیگر احادیث مبارکہ کو سامنے رکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پورے سال پڑھی جانے والی یہ نماز کم بیش ہوتی تھی زیادہ سے زیادہ یہ نماز سترہ رکعت کی تھی اور کم سے کم چار رکعت کی تھی چنانچہ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۴ میں ہے کہ حضور ﷺ بعض اوقات تنگی وقت یا کسی تکلیف یا بڑھاپے کی وجہ سے سات یا نو رکعت پڑھتے تھے اس میں تین رکعت وتر ہوتی تھیں گویا بغیر وتر کے چار یا چھ رکعتیں ہوتی تھیں۔

### ☆ حدیث شریف کا صحیح مطلب

لیکن واضح رہے کہ غیر مقلدین کا اس حدیث شریف کا آٹھ رکعت تراویح پر دلیل کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی غیر مقلدین کا خود اس حدیث شریف پر عمل ہے یہ حدیث حضور ﷺ کی تہجد کی



نماز کی کیفیت کو بیان کر رہی ہے اسکے لئے مندرجہ ذیل امور کو غور سے دیکھیں۔

(۱) ائمہ مجتہدین اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لیں اور نہ ہی غیر مقلدین کے اکابر اور متقدمین علماء نے اس سے تراویح مراد لیں، چنانچہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح کا قائل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے مختلف اقوال ذکر کئے لیکن آٹھ رکعت کے متعلق کوئی قول ذکر کرنا تو درکنار اسکی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا۔

(۲) اکثر محدثین مثلاً امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام مالکؒ وغیرہ ہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے حالانکہ ان محدثین نے قیام رمضان (تراویح) کا باب بھی قائم کیا ہے تراویح کے باب کے تحت اس حدیث کو نہ لانا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی نماز۔ امام بخاریؒ وغیرہ نے اس حدیث کو کتاب التہجد میں ذکر کیا ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ اور قیام اللیل ج ۱ ص ۲۶۹) میں بھی یہ بتلانے کیلئے ذکر کیا کہ تہجد کی نماز جیسے غیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے ایسے ہی رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے۔ مزید برآں ان محدثین میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت تراویح کا قائل نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے رکعت کی تعداد نہیں پوچھی جارہی ہے بلکہ کیفیت پوچھی جارہی ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہؐ کہ حضور ﷺ کس کیفیت کی نماز ادا کرتے تھے اسکے جواب میں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انکی خوبصورتی اور درازی کی کیفیت کچھ نہ پوچھو کیسی ہوتی تھی یعنی بہت خوبصورت اور بہت دراز ہوتی تھی۔

(۴) اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت پڑھنے کا ذکر یعنی حضور ﷺ پورے سال آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور پورے سال تہجد کی نماز ہی پڑھی جاتی ہے تراویح کی نماز پورے سال نہیں پڑھی جاتی ہے بلکہ صرف رمضان میں ہی پڑھی جاتی ہے نیز غیر مقلدین اس حدیث پر عمل نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اہتمام کے ساتھ صرف رمضان میں ہی یہ آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں رمضان کے علاوہ

اس کا اہتمام وہ لوگ نہیں کرتے ہیں غرض پوری حدیث پر غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے۔

(۵) اس حدیث میں تہا نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور تہجد کی نماز ہی تہا بغیر جماعت کے ادا کی جاتی ہے اور انیس مفرد کے صیغے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین اس حدیث پر بھی عمل نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جماعت کے ساتھ یہ نماز ادا کرتے ہیں۔

(۶) اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے

(یصلی اربعا) چار پڑھتے تھے قوله یصلی اربعا یحتمل انها متصلہ وهو الظاہر (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۴۲۶)

لیکن غیر مقلدین کا اس پر بھی عمل نہیں کیونکہ غیر مقلدین دو دو کر کے تراویح پڑھتے ہیں۔

(۷) اس حدیث میں تین تین رکعت وتر کا ذکر ہے (ثم یصلی ثلاثا) پھر آپ تین رکعت پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین کا اس پر بھی عمل نہیں ہے کیونکہ وہ عام طور پر ایک رکعت وتر ہی پڑھتے ہیں۔

(۸) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے یہ سوال وجواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر (بغیر سفر کے) آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا لیکن غیر مقلدین حضرات پورے رمضان یہ نماز مسجد میں ہی پڑھتے ہیں۔

(۹) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ نماز پڑھکر سو جاتے تھے سوکر اٹھکے وتر ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین اس پر بھی عمل کرتے ہوئے نظر نہیں آسکتے کیونکہ یہ لوگ تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں:-

کسانہ کان بنام بعد الرابع  
ثم يقوم فيصلي الثلاث  
وكسانه كان قد تقرر عند  
عائشة ان النوم ناقض  
(تحفة الاحوزي شرح  
ترمذی ج ۲ ص ۴۲۶)

گویا حضور ﷺ چار رکعت پڑھ کر سو جاتے تھے پھر نیند سے اٹھ کر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور حضرت عائشہؓ کو یہ خیال تھا کہ عام لوگوں کی طرح پیغمبروں کا وضو بھی نیند سے ٹوٹ جاتا ہے اس لئے انہوں نے پوچھا کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں صرف سوتی ہیں دل جاگتا رہتا ہے یعنی میرا وضو نہیں ٹوٹتا ہے

(۱۰) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ و تراکیلہ ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں گویا حدیث کے اس حصے پر عمل نہیں ہے۔

(۱۱) یہ بڑی واضح حقیقت ہے کہ حضرات صحابہؓ آنحضرت ﷺ کے معمولات سے خوب واقف تھے اور آپ کی حدیث کو عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ سمجھتے تھے انہوں نے بھی اس حدیث کو تہجد پر ہی محمول کیا اگر اس سے تراویح مراد ہوتی تو حضرات صحابہؓ بھی آٹھ رکعت تراویح پڑھتے حالانکہ وہ بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔

(۱۲) حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب باضابطہ جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنے کا اہتمام تھا اور یہی صورت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں بھی رہی حضرت عائشہؓ اس زمانہ میں زندہ تھیں اگر انکی اس حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی ﷺ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہیں اور یہ نہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ تو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس کیوں پڑھتے ہو لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہؓ اور انکے علاوہ کسی بھی صحابیؓ کا بیس رکعت پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان ایک درجن نکات پر اگر کوئی سرسری نگاہ بھی

ڈالے تو وہ یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے بلکہ پوری حدیث بتا رہی ہے کہ اس کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے۔

اور غیر مقلدین جو اس حدیث کو تراویح کے سلسلے میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ان کا بھی اس حدیث پر عمل نہیں ہے اور یہی چار دلیلیں غیر مقلدین حضرات آٹھ رکعت تراویح کیلئے دلیل میں پیش کر کے تمام صحابہؓ ائمہ مجتہدینؒ اور جمہور امت سے کٹ کر ایک نئی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ این راہ کہ تو می روی بترکستان است

ان کی ان چار دلیلوں کا حال ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ کوئی حدیث بھی صاف طور پر آٹھ رکعت تراویح کو ثابت نہیں کر رہی ہے اور جو حدیث صراحتاً آٹھ رکعت تراویح کو بیان کر رہی ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ یعنی جو حدیث صحیح ہے اس میں تراویح کا ذکر نہیں ہے اور جس حدیث میں آٹھ رکعت تراویح کا صراحتاً ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

## ☆ ساتویں امر (ساتویں سوال کا جواب)

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ نمازیں ہیں؟

## ☆ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں

غیر مقلدین حضرت عائشہؓ کی مذکورہ حدیث کو آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن جب مذکورہ بالا بارہ قسم کے سوالات پہاڑ بنگرا کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان اعتراضات سے جان چھڑانے کیلئے ان کو ایک اور تدبیر یہ سوچھی کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے الگ الگ نہیں ہے یہی نہیں نماز جب اول شب میں پڑھی جائے تو تراویح ہے اور آخری شب میں پڑھی جائے تو تہجد ہے اور جس نے رمضان میں تراویح پڑھی اس کے تہجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور زمانہ غیر مقلد مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ

ہی وتر پڑھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور ﷺ جو تہجد اور وتر غیر رمضان میں نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشاء پڑھ لیتے تھے (صلوٰۃ الرسول ۳۸۰)

(۱) لیکن غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے صحیح نہیں ہے۔ کوئی حدیث ایسی موجود نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے کہ جو نماز گیارہ ماہ تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے اگر غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کریں تو امت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ لیکن تاقیامت وہ ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے ہیں

(۲) اگر تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہوتی تو محدثین ان دونوں کیلئے الگ الگ باب قائم نہیں کرتے حالانکہ محدثین نے اپنی کتابوں میں دونوں کیلئے الگ الگ باب قائم کئے ہیں چنانچہ محدثین نے تہجد کیلئے قیام اللیل اور تراویح کیلئے قیام رمضان کے باب قائم کئے ہیں نیز رمضان کے روزے سورہ بقرہ کی ایک آیت سے مدینہ میں فرض ہوئے اور تراویح پڑھنے کا حکم بھی مدینہ میں ہی تھا جبکہ تہجد کی مشروعیت اس سے پہلے مکہ ہی میں اُس وقت ہوئی تھی جبکہ سورہ مزمل نازل ہوئی تھی یہ دونوں باتیں بتا رہی ہیں کہ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔

☆ علامہ ظفر احمد عثمانی فوائد اعلاء السنن میں تحریر فرماتے ہیں۔

لكن الظاهر تغاير التراويح والتهجد كما يدل عليه تغاير عنواني احاديث الترغيب في قيام الليل وفي قيام رمضان وكذا الك يدل عليه التراض صوم رمضان بالمدينة بآية البقرة وقد شرع التهجد قبل ذالك بمكة حين نزلت سورة المزمل فدل ظاهر اعلى تغايرهما (اعلاء السنن ج ۷ ص ۲۸)

(۳) احادیث مبارکہ میں صراحتاً اس امر کا تذکرہ ہے کہ حضور ﷺ رمضان المبارک کے مہینے میں گیارہ ماہ کے مقابلے میں زیادہ عبادت کرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک

کے آخری عشرہ میں (عبادت کے اندر) جو کوشش کرتے تھے اتنی رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۷۲)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تھا تو رسول اللہ کا رنگ بدل جاتا اور آپ کی نمازیں زیادہ ہوتی تھیں (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۰۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آ جاتا تو آپ ﷺ رات بھر عبادت کیلئے جاگنا شروع کرتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کیلئے جگاتے اور عبادت کیلئے کمر باندھتے یعنی بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۷۱ مسلم ج ۱ ص ۳۷۲)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں آٹھ یا گیارہ رکعت پڑھنے پر اکتفاء نہ کرتے تھے بلکہ کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور اس کثرت کی وضاحت اس حدیث میں آئی ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶) اور یہ بیس رکعت تہجد کی ان آٹھ رکعتوں کے علاوہ ہیں جنکو حضرت عائشہ ان الفاظ سے بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

یعنی حضرت عائشہ بارہ مہینے کی تہجد کا ذکر کر رہی تھیں کہ وہ آٹھ رکعتیں ہوتی تھیں اور مذکورہ بالا احادیث یہ بتا رہی ہیں کہ رمضان میں اس سے زیادہ رکعتیں ہوتی تھیں چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

ولكن الظاهر من حال انه كان يجتهد في رمضان بغير التراويح لانه كان يجتهد في رمضان مالا يجتهد في غيره كما سيأتي وتايد ذالك بحديث ورد فيه مرفوعا ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة من الليل وسياتي ذكره ولا يخفى ان العشرين هذه غير التهجد (فوائد اعلاء السنن ج ۷ ص ۲۸/۲۹)

(۴) اگر تراویح اور تہجد ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلد کو چاہیے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے مطابق

پورے بارہ مہینے یہ نوافل اسی کیفیت کے ساتھ ادا کرتے جس طرح حضور ﷺ پڑھتے تھے لیکن عام غیر مقلدین یہ نماز صرف رمضان ہی میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ مہینوں میں نہیں پڑھتے۔

## ☆ آنحضرت ﷺ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

عن انسؓ قال كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان فبنت فقامت الي جنبه وجاء رجل فقام ايضا حتى كنا رهطا فلما حس النبي اننا خلفه جعل يتجوز في الصلوة ثم دخل رحله فصلى صلوة لا يصليها عندنا قال قلنا له حين اصبحنا افطنت لنا الليلة قال فقال نعم ذلك الذي حملني على الذي صنعت الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۵۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ایک صاحب آگئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی جب آنحضرت ﷺ نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے رات ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھے لیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر مادہ کیا تھا جو میں نے کیا۔

حضرت انسؓ کی اس حدیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس رات میں جو نماز صحابہ کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور (یعنی تراویح) تھی اور جو نماز گھر جا کر پڑھی تھی وہ تراویح کے علاوہ اور نماز (یعنی تہجد) تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں پڑھتے تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يصلي من الليل في حجوته الخ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ رات کے وقت اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

## ☆ (۶) حضرت طلق بن علیؓ تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

عن قيس بن طلق قال زارنا طلق بن علي في يوم من رمضان واسسى عندنا وافتطرم قام بنا تلك الليلة واوتر بنا ثم انحل والى مسجده فصلى باصحابه حتى اذا بقي الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابك فاني سمعت رسول الله يقول لا وتران في ليلة (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت قیس بن طلقؓ فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علیؓ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لے آئے اور شام کو ہمارے ہاں ہی افطار کیا آپؓ نے اس رات ہمیں (تراویح) نماز پڑھائی اور پھر بھی پڑھائے پھر آپؓ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو (تہجد کی) نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب قربانی رہ گئی (کیونکہ ان حضرات نے تراویح کے ساتھ قرآن نہیں پڑھی تھی اور حضرت طلق بن علیؓ قرآن پڑھ چکے تھے) تو ایک صاحب کو (ان میں سے) آگے کر دیا اور کہہ دیا کہ اپنے ساتھیوں کو قرآن پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو قرآن پڑھنے جائز نہیں ہیں۔

**فائدہ:** حضرت طلق بن علیؓ نے پہلی نماز جو وتر کے ساتھ پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو مسجد میں جا کر پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی۔

## ☆ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

وجه الشيخ الجنجوهي بانه صلى اول التراويح في مسجد ابنه ثم صلى في آخر الليل التهجدة في مسجده ولم يؤتر بعده لما انه قد اوتر مع التراويح (علی ہاشم بادل المجہود ج ۲ ص ۳۳۳)

حضرت شیخ رشید احمد گنگوہیؒ نے دو نمازوں کی یہ توجیہ فرمائی کہ حضرت طلق بن علیؓ نے اپنے بیٹے کی مسجد میں جو نماز پڑھائی وہ تراویح کی نماز تھی پھر اپنی مسجد جا کر رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز پڑھی اور اس کے ساتھ قرآن نہیں پڑھی کیونکہ وہ تراویح کے ساتھ قرآن پڑھ چکے تھے۔

(۷) حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔

مولانا وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ (امام بخاری) سحر کے وقت تیرہ رکعت پڑھے ایک رکعت وتر کی ہوتی۔ (تیسر الباری ج ۱ ص ۱۱)

☆ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

كان محمد بن اسمعيل البخاري اذا كان اول ليلة من شهر رمضان يجتمع اليه اصحابه فيصلي بهم ويقرأ في كل ركعة عشرين آية وكذا الك السى ان يختم القرآن وكان يقرأ في السحر ما بين النصف الى الثلث من القرآن فيختم عند السحر في كل ثلاث ليل (مقدمة فتح الباری شرح بخاری ۶۶۶)

رمضان کی پہلی رات میں حضرت امام بخاریؒ کے یہاں ان کے شاگرد واصحاب اکٹھے ہو جاتے تھے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

**فائدہ :** معلوم ہوا کہ امام بخاری پورے رمضان میں ہر ایک رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے تھے اور پورا قرآن ختم کرتے تھے اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاریؒ صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو یہ ماننا پڑھے گا کہ پورے رمضان میں امام بخاری صرف ۴۸۰۰ پڑھتے تھے تو قرآن کہاں ختم ہوا اسلئے لازماً ماننا پڑے گا کہ اگر امام بخاریؒ تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے تو یقیناً آٹھ سے زائد پڑھتے تھے۔

☆ (۸) غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔

چنانچہ میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:

(میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جسکے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیر، محدث جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سپارے روز سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جسکے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپکے بڑے پوتے) (الحیاء بعد الممات ۱۳۸)

☆ (۹) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کے نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں

ایک غیر مقلد مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہوئے) انہوں نے ایک رسالہ ”البيان الفصح لاثبات کرہیۃ التراویح“ لکھا انہوں نے اس میں لکھا تراویح اور تہجد دونوں ایک نماز ہے الگ نہیں ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے انکی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط اور بلا دلیل ہے چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے عبداللہ چکڑالوی کی تردید کرتے ہوئے لکھا ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اسکے جواب میں بہت کوشش کی ہے۔ جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دونہیں یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس دعوے پر بھی دلیل کوئی نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں ہے تہجد استیقظ نہ ہی حضرت عائشہؓ کی حدیث سے (جو ذیل میں درج ہے) یہ ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ

ماکان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشرة رکعة  
آنحضرت گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان میں پڑھتے تھے۔ یہی بات کہ جن تین دنوں میں  
آپ نے اول شب پڑھی تھی ان دنوں میں آخر شب میں نماز پڑھی ہوگی یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ  
ہو گئیں اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان خداوندی تہجد کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں  
ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے  
تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اسلئے حضرت عائشہؓ نے عام طور پر نفی کر دی کہ  
آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں یہ بھی ممکن ہے کہ تین دنوں میں حضور ﷺ نے اسی اول شب کی  
نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں  
ہو جانے سے ان دنوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دنوں ایک نہیں جمعہ  
کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کے لئے نہیں (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۲/۹۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز نہیں ہے بلکہ یہ  
منکرین حدیث چکڑالویوں کا مذہب ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ اب غیر مقلدین کو اختیار ہے  
کہ منکرین حدیث کا نظریہ قبول کریں یا جمہور علماء کی رائے سے ہی اتفاق کریں جسکی تائید غیر مقلدین کے  
امام مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی کر رہے ہیں نیز اس اقتباس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی  
حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے جیسا کہ غیر مقلدین سمجھتے ہیں۔

### ☆ فتاویٰ ثنائیہ کے اور دو فتوے:

تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ ہیں اسکی تائید کیلئے فتاویٰ ثنائیہ (از مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ) کے  
دو سوال و جواب ملاحظہ ہوں۔

**سوال ۱۔** جو شخص رمضان میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخری رات تہجد پڑھ  
سکتا ہے یا نہیں؟

**جواب:** پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب تہجد نہیں ہوتی (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۶۸۲)  
**فائدہ:** مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تراویح  
کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۰)  
ان سیالکوٹی صاحب سے کوئی پوچھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کیوں تراویح کے بعد تہجد پڑھنے  
کی اجازت دیتے ہیں کیا یہ فتویٰ خلاف سنت ہے؟

**سوال ۲۔** رمضان المبارک میں تہجد اور تراویح دونوں ہیں یا تہجد کے بدلے تراویح؟

**جواب:** اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے وقت میں پڑھے تو تہجد کے قائم  
مقام ہو جاتی ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۶۵۳)

پچھلے وقت پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی، اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ  
اپنی کتاب ”اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳“ میں لکھتے ہیں کہ اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم  
مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا جیسے کہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے لیکن دنوں ایک نہیں  
پہلے ہم یہ پورا اقتباس نقل کر چکے ہیں۔

☆ تراویح اور تہجد مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے الگ الگ نمازیں ہیں  
(۱) تہجد کا ثبوت قرآن سے ہے ارشاد باری ہے۔

ومن اللیل فتهجد بہ نافلة اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی نماز ادا کریں یعنی اس  
لک (الاسراء ۷۹)

جبکہ تراویح کا ثبوت احادیث مبارکہ سے ہے۔ (فوائد اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۶)

(۲) تراویح کا حکم مدینہ میں ہوا جبکہ تہجد کا حکم مکہ میں ہوا۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۸)

(۳) آنحضرت ﷺ تہجد ہمیشہ اخیر رات میں پڑھتے تھے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تہجد کے لئے اسوقت اٹھتے تھے جبکہ مرغ کی اذان سنتے تھے جبکہ تراویح کی نماز ہمیشہ شروع رات میں پڑھی جاتی ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

**لَقَالَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثَلَاثَ اللَّيْلِ (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۹۵)**

یعنی آپ ﷺ نے ہمیں (صحابہ کو) اتنی طویل تراویح پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔  
(۴) آنحضرت ﷺ تراویح کی نماز جماعت کثیرہ سے پڑھتے تھے اور بعض اوقات مسجد میں جگہ بھی نہ رہتی تھی اور لوگوں کو جمع بھی کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۹۵)  
جبکہ تہجد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود شامل ہو جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴، مسلم ص ۲۶۰)

(۵) تراویح کی نماز سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵) جبکہ تہجد حضور ﷺ سو کر اٹھ کر پڑھتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

(۶) تہجد کی رکعات کم و زیادہ ہوتی تھیں کم زیادہ تر وغیرہ کے ساتھ سترہ ہوتی تھیں اور کم از کم وتر سمیت سات رکعات ہوتی تھیں جبکہ تراویح کی نماز بیس رکعت سے کم نہیں ہوتی تھیں جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔  
(۸) تہجد کی نماز پورے سال پڑھی جاتی ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴) جبکہ تراویح سال بھر میں صرف ایک مہینے رمضان المبارک میں پڑھی جاتی ہے۔

(۹) تراویح کے بعد وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جبکہ اگر کوئی تہجد کے بعد وتر پڑھے تو تنہا پڑھے جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰) تہجد کی نماز حضور ﷺ گھر میں پڑھتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴) جبکہ تراویح کی نماز حضور ﷺ نے مسجد میں پڑھی (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

(۱۱) تہجد کی نماز حضور ﷺ چار چار رکعت کر کے عام طور پر پڑھتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴) جبکہ تراویح کی نماز دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔

(۱۲) تہجد کی نماز کے بعد حضور ﷺ سونے سے اٹھ کر وتر ادا فرماتے تھے (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۳۰)

جبکہ تراویح کے بعد وتر فوراً بغیر سونے ادا کی جاتی ہے۔

غرض اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں حضور ﷺ صحابہؓ امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے بلکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب تراویح کے بعد باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے اور غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بھی تہجد اور تراویح کے الگ الگ ہونے کے فتویٰ دیتے تھے۔ اور ان کے بیان سے بھی ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح کو ایک سمجھنے کا نظریہ منکرین حدیث کے رہنما عبد اللہ چکڑالوی کا ہے اور مندرجہ بالا ایک درجن امور کی بنا پر تہجد اور تراویح کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

امید ہے کہ اس پوری تفصیل سے غیر مقلدین کے اس آخری سہارے اور دعویٰ کی بھی حقیقت کھل گئی ہوگی کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

## ☆ غیر مقلدین میں کچھ حقیقت پسند علماء بھی ہیں

غیر مقلدین کے کچھ علماء بیس رکعت تراویح کو بدعت کہتے ہیں بعض آٹھ رکعت سے زائد کو عبادت نافلہ کہتے ہیں اور بعض آٹھ رکعت سے زیادہ سے منع کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن غیر مقلدین میں کچھ حقیقت پسند علماء بھی ہیں انہوں نے نہ صرف بیس رکعت کو سنت تسلیم کیا ہے بلکہ بیس رکعت کو بدعت کہنے والوں کی خود ہی گوشمالی بھی کی ہے ذیل میں ہم غیر مقلدین کے محبوب علماء اور خود غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء کی تحریرات اس بارے میں نقل کرتے ہیں!

(۱) حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے، حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعبؓ کی امامت میں جمع کیا تو وہ صحابہ کو بیس رکعتیں تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے پھر ابن تیمیہ کا بیان بھی گزر چکا ہے والذی فعلہ ہوسۃ یعنی حضرت عمر کا یہ فعل عین سنت ہے حافظ ابن تیمیہؒ اس کو عین سنت کہتے ہیں جبکہ غیر مقلدین خلاف سنت ہی نہیں بلکہ بدعت بھی کہتے ہیں اور فتاویٰ نذیریہ اور فتاویٰ ثنائیہ کے حوالے سے بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ خلفاء راشدین کا عمل بھی سنت ہی ہے۔



## ☆ غیر مقلد عالم مولانا ابوالخیر میر نور الحسن خان لکھتے ہیں

پس منع از بست زیادہ چیزے نیست  
(العرف الجاوی ۸۲ بحوالہ خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۹۴)  
(۳) پس آتی بزیادت عامل بسنت ہم  
باشد الخ  
پس بیس تراویح یا زیادہ سے منع کرنا درست  
نہیں ہے چنانکہ اسکو خلاف سنت کہیں  
یعنی گیارہ سے زیادہ پڑھنے والا بھی سنت  
پر عامل ہے

ہدایت المسائل ۱۱۸ خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۹۴

یہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالخیر میر نور الحسن صاحب کی تحریر ہے گویا صدیق صاحب نے اسکو خلاف سنت  
کہتے ہیں نہ عبادت نافلہ کہتے ہیں اور نہ ہی بیس رکعت پڑھنے سے منع کرتے ہیں نہ معلوم غیر مقلدین  
نواب صاحب کو کیا کہیں گے؟ (۴) نیز لکھتے ہیں

اما انکہ جمع از اہل علم این نماز بست  
رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعت قرات  
معین رامستحسن داشتہ این عدد  
بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل  
چیزے است کہ برآن این معنی صادق  
است کہ انہ صلوة انہ جماعة وانہ فی  
رمضان پس حکم تبدیع چہ معنی دارد  
(بدورالاہل ۸۲ بحوالہ خیر الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۹۴)

لیکن جب اہل علم کی ایک جماعت نے  
اس نماز کو بیس قرار دیا اور ہر رکعت میں  
معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد  
آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے لیکن  
ایک مجمل چیز ہے جس پر صادق ہے کہ یہ  
نماز ہے جماعت ہے یہ رمضان میں ہے  
پس اسکے بدعت ہونے کا حکم لگانا چہ معنی؟

## ☆ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

وقد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم  
بالناس عشرين رکعة فی رمضان  
ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء  
ان ذالک هو النسبة انه 'قام بین  
المہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر  
(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۵۶)  
یعنی یہ امر پائے ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت ابی  
بن کعبؓ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس  
رکعت اور تین وتر پڑھا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء  
بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ  
حضرت ابی ابن کعبؓ حضرت مہاجرینؓ اور انصار  
کی جماعت میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور ان  
حضرات میں سے کسی نے کبھی ان پر انکار نہیں کیا۔

حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ نے انکار نہ کیا لیکن آجکل کے غیر مقلدین مطلقاً منکر ہیں۔

## ☆ مولانا صدیق حسن خانؒ غیر مقلد عالم تحریر فرماتے ہیں

ان صلوة التراویح سنة باصلها لما  
ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم  
صلاھا فی لیالی ثم ترکہ شفقة  
علی الامۃ ان لا تجب علی العامہ  
او یحسبوا واجبة ولم یأت تعین  
العدد فی الروایات الصحیحة  
المرفوعة ولكن یعلم حدیث کان  
رسول اللہ یجتہد فی رمضان مالا  
یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم ان  
عددھا کان کثیرا  
(الانتقاد الرجح ص ۹۱ بحوالہ خیر الفتاویٰ  
ج ۲ ص ۵۶۷)  
یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اسلئے کہ ثابت ہے  
کہ آنحضرت ﷺ وسلم نے چند راتوں میں اس  
کو پڑھا ہے پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اسکو  
چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے  
یا اس کو واجب نہ سمجھ بیٹھیں اور عدد معین صحیح مرفوع  
روایتوں میں نہیں ہے لیکن اس حدیث سے کان  
رسول اللہ ﷺ یجتہد فی عشر الاواخر  
مالا یجتہد فی غیرہ (رواہ مسلم ج ۱ ص  
۳۷۲) حضور ﷺ رمضان میں عبادت میں اتنی  
محنت کرتے تھے جتنی رمضان کے علاوہ نہیں کرتے  
تھے اس حدیث کو مسلم شریف نے روایت کیا ہے  
۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی تعداد کثیر ہے۔

## ☆ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں

کہ میرے نزدیک تیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے  
(المصابیح مترجم مطبوع ثناء برقی پریس امرتسر)

## ☆ علامہ سبکی منہاج میں لکھتے ہیں

اس بات کا یقین کر لو کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے ان راتوں میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے (المصابیح مترجم ۱۴ مطبوعہ امرتسر)

## ☆ امام عبد الوہاب شعرائی فرماتے ہیں

ومن ذالک قول ابی حنیفۃ والشافعیؒ اور اس قبیل سے امام ابو حنیفہؒ والشافعیؒ  
واحمدؒ ان صلوٰۃ التراویح فی رمضان اور امام احمدؒ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح  
عشرون رکعة وانہا فی الجماعة ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہیں  
الفضل (میزان شعرائی ص ۱۳۵) اور انکا جماعت ادا کرنا افضل ہے۔

## ☆ مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد عالم فرماتے ہیں

وقد عدوا ما وقع فی عہد یعنی حضرت عمرؓ کے زمانے میں جو صورت پیش آئی  
عمر کا لا جماع اسکو علماء نے مثل اجماع کے شمار کیا ہے

(عن الباری مع نیل ج ۳ ص ۳۰۷ بحوالہ رکعات التراویح ۷۰)

کیا غیر مقلد خرق اجماع کے ہی قائل ہیں؟

مزید لکھتے ہیں

مقصود آنکہ یا زیدہ رکعت از آنحضرت مروی گشت و بست رکعت زیادت عمر بن الخطاب است و سنت نبویہ در زیادہ عمر مغمور پس آتی بزیادت عامل سنت ہم باشد  
(ہدایۃ المسائل ۱۳۸ بحوالہ رکعات التراویح ۹۴) مقصود یہ ہے کہ گیارہ رکعتیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں اور بیس رکعتیں حضرت عمرؓ کے اضافہ سے ہوئی ہیں اور اضافہ کے بعد حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ تعداد میں سنت نبوی داخل و شامل ہے پس بڑھائی ہوئی تعداد پر عمل کرنے والا سنت پر عمل کرنے والا ہے۔  
یہاں نواب صاحب صاف فرماتے ہیں کہ بیس رکعت پر عمل کرنے والا بھی سنت پر عمل کرنے والا ہے۔

## ☆ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

کہ کسی بھی حالت اور وقت میں بیس پر عمل کرنا نہ مکروہ ہے نہ خلاف سنت ہے بلکہ بہت اچھا ہے۔  
فکیف ما قام فی رمضان من یعنی مذکورہ طریقوں میں سے جس طریقہ سے رمضان میں  
ہذہ الوجوہ فقد احسن قیام کرے اچھا ہے

نیز فرماتے ہیں ولا یکرہ شینی من ذالک یعنی اس میں کوئی چیز مکروہ نہیں ہے اس کیساتھ فرماتے ہیں کہ اس بات کی تصریح امام احمد وغیرہ ائمہ نے کی ہے۔ (الانقذالرجع ۹۳ بحوالہ رکعات التراویح ۹۳)

## ☆ مولانا مفتی محمد حسین بٹالویؒ غیر مقلد عالم کی گوشمالی

الحمد للہ علماء غیر مقلدین میں ہمہ ایسے باجرات علماء رہے ہیں کہ جب بھی ان کی موجودگی میں صحابہ کرام کی ذات مقدس یا ان کے کسی فعل و عمل پر ناروا سمجھتی کسی غیر مقلد ذمہ دار عالم نے کسی تو بروقت خود انہوں نے بھی اپنے علماء کا سخت نوٹس لیا۔ ملاحظہ ہو مولانا مفتی حسین بٹالویؒ کے غیر ذمہ دارانہ فتویٰ پر مولانا غلام رسول قلعہ مہاسنگھ گوجرانوالہ غیر مقلد عالم کا رد۔

جب ۱۲۸۳ھ میں مشہور غیر مقلد عالم مفتی محمد حسین بٹالویؒ نے پہلی دفعہ باضابطہ طور پر فتویٰ دیا کہ آٹھ

رکعت تراویح سنت اور بیس رکعت تراویح بدعت ہیں اس انوکھے فتوے سے مسلمانان ہند میں اضطراب کی لہر دوڑی علماء اہل سنت نے اسکے رد میں بہت کچھ لکھا حتیٰ کہ ۱۲۹۰ھ میں مشہور غیر مقلد بزرگ عالم مولانا غلام رسول صاحب قلعہ مہاسنگھ گوجرانوالہ ”جو کہ شیخ الکل مولانا ندیر حسین کے شاگرد رشید ہیں“ نے بھی اس فتویٰ کا رد لکھا وہ اس فتویٰ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد ﷺ) اسکے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور آنحضرت ﷺ سے زیادہ رغبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی کریں اور آپ کے ارشاد گرامی کہ ”انکی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو“ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ کم ہمتی کہ وجہ سے صرف گیارہ رکعت پر اکتفاء کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کے عمل کو بدعت قرار دیں اور انکے اجماع پر طعن کریں اور تیس رکعت پڑھنے والوں پر فعل مشرکین اور اپنے آباء اجداد کی تقلید کرنے کی چوٹ کریں اور اس بارے میں پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے۔

## ☆ مولانا غلام رسول صاحب دوسری دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں

فعل صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ  
وفعل سواد اعظم مسلمین شرقا  
وغربا از عہد عمر فاروق تا بن وقت  
بحہ بست و سی بخلاف این مفتی  
غالی کہ بدعت ومخالف سنت می  
گوید وراه افراط می پوئید

یعنی صحابہ کرامؓ تابعین ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمرؓ کے دور سے لیکر اس وقت مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ تیس رکعت (بیس تراویح) اور تین (تر) ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس غالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس عمل کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے۔

چونکہ اس مفتی بٹالوی نے بطور تعریض بیس رکعت پڑھنے والوں کو مشرکین کا انداز بتلایا کہ جس طرح مشرکین باپ دادا کی تقلید کرتے تھے یہ لوگ بھی بیس رکعت پڑھکر انکی تقلید کرتے ہیں (معاذ اللہ)

## ☆ مولانا غلام رسول صاحب بڑے فسوں کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ

این مفتی بسینہ روزی اعمال  
متبعان سنت رابدعت می گوید  
وسواد اعظم راز صحابہ وتابعین  
وائمه مجتہدین وعلماء مشرق  
ومغرب از عہد عمر بن الخطاب  
تا امروز مخالف سنت قرار می دہد  
بلکہ سخن رابجائے رسانیدہ کہ  
تعریض بافعال مشرکین نمودہ این  
را تقلید آبا و اجداد عامل قرار دادہ  
۔ (رسالہ تراویح ص ۵۲ راز مولانا غلام رسول)

یعنی یہ مفتی (بٹالوی) سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے اس وقت تک صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور مشرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک بڑھادی کہ ان حضرات کے فعل کو تعریض کر کے مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے باپ دادا کی تقلید کا عامل قرار دیتا ہے۔

## ☆ مولانا غلام رسول صاحب اسی رسالہ کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں۔

روایتے چند از ثقات نقل کردہ می  
شود کہ سنت آنحضرت ادامی  
شود سنت خلفا راشدین نیز مع  
زیادت اجر۔ (ایضا ۲۳)

ثقہ راویوں سے چند روایات نقل کی جاتی ہیں کہ (بیس رکعت ادا کرنے سے) آنحضرت ﷺ کی سنت ادا ہو جاتی ہیں اور خلفاء راشدین کی سنت بھی اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے (بحوالہ نماز پیہر ص ۲۳۶ و رسالہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۹۶ء)

مولانا غلام رسول صاحب مرحوم کے ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت ﷺ سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ آپ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کی جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت کو ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑو۔

(۲) تراویح کی بیس رکعت کو سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین اور اس میں زیادتی اجر بتلا کر یہ بات واضح کر دی کہ تراویح کی رکعت بیس ہیں اور گیارہ رکعت پر اکتفاء کرنے والوں کو کم ہمت بتایا۔

(۳) بیس رکعت تراویح کے بارے میں آنحضرت کی وہ احادیث ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے۔

(۴) صحابہ کرامؓ تابعین ائمہ اربعہ کا عمل بیس رکعات تراویح پڑھنے کا تھا۔

(۵) حضرت عمرؓ کے دور سے ۱۲۹ھ تک پورے مشرق و مغرب میں تراویح کی بیس رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں گویا تراویح کا بیس رکعات ہونا تیرہ سو سالوں کا متفق علیہ مسئلہ رہا مشرق و مغرب میں کوئی ایک آواز اس کے خلاف نہیں اٹھی۔

(۶) بیس رکعات تراویح کو بدعت یا خلاف سنت کہنا حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

## ☆ نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ

**مکہ مکرمہ :** مکہ مکرمہ میں حضرت عمرؓ کے زمانے سے آج تک مسلسل بیس رکعات تراویح کا معمول چلا آ رہا ہے اور کسی بھی دور میں بیس سے کم تراویح باجماعت پڑھنا تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے اسی لئے آج بھی حرم کی شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں۔

امام شافعیؒ اہل مکہ کا معمول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واحب الی عشرون لاندہ روی عن عمرؓ مجھے بیس تراویح پڑھنا اسلئے پسند ہے کہ

وکذا لک یقومون بمکة ویوترون حضرت عمرؓ سے یہی منقول ہے اور اہل مکہ

بثلاث (الام ج ۱ ص ۳۸۱) کا یہی عمل ہے نیز وہ بھی تین وتر پڑھتے تھے۔

امام ترمذیؒ امام شافعیؒ کا فرمان یوں نقل کرتے ہیں۔

وقال الشافعیؒ ”وهكذا ادرکت ببلدنا اور امام شافعیؒ کہتے ہیں میں نے لوگوں

بمکة یصلون عشرين رکعة کو اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اس حال میں پایا

(ترمذی شریف ماجلہ فی قیام رمضان ج ۱ ص ۱۶۶) کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

الغرض معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ ان کے بعد جمہور اہل علم اور اہل مکہ کا مسلسل عمل بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔

**مدینہ منورہ :** چودہ سو سالہ تاریخی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ بیس تراویح ہی

پڑھتے تھے البتہ بعض اوقات میں چھتیس رکعات اور تین وتر پڑھنے کا قصہ یوں ہے کہ اہل مکہ

ہر چار رکعت تراویح کے بعد والے وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک طواف کر لیا کرتے تھے تو اہل مدینہ

اس فضیلت و ثواب کو حاصل کرنے کیلئے طواف کے بجائے اس وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے چار رکعت نفل

پڑھ لیتے تھے مگر ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود جس چیز پر صحابہ کرامؓ کا عمل تھا وہ زیادہ اتباع

کے قابل ہے۔ (ملاحظہ ہو المغنی ج ۱ ص ۱۶۷)

## قاضی شیخ عطیہ سالم کی کتاب التراویح اکثر من الف عام کے چند اقتباسات

سعودی عرب کے نامور عالم مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے موجودہ قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تراویح ہوتی رہتی ہیں تو بعض لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں ہے اس طرح یہ لوگ مسجد نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے لہذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات ختم ہو اور ان کو بیس تراویح پڑھنے کی توفیق ہو جائے البتہ جو متعصب لوگ نماز عشاء کے بعد ہی مسجد نبوی سے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ دروازہ کی کسی مسجد میں جا کر آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے تو ان کو بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مسجد سے نکل کر نہ تو تم نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں گھر جا کر نوافل پڑھنے کو افضل کہا گیا ہے اور نہ ہی تمہیں مسجد نبوی شریف میں نماز تراویح کا ثواب ملا جہاں ایک

نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

## ☆ پہلی صدی میں نماز تراویح

گزشتہ صفحات میں خلافت راشدہ اور بعد کے حضرات صحابہ کا عمل تفصیلاً مذکور ہوا کہ آپ سب حضرات مسجد نبوی میں بیس تراویح پڑھتے تھے۔

## ☆ دوسری، تیسری صدی شیخ عطیہ سالم فرماتے ہیں

مضت المئة الثانية والتراویح ست وثلاثون وثلاث وتر ودخلت المات الثالثة وكان المظنون ان نطل على ماهی عليه تسع وثلاثون بمسا فيه الوتر (التراویح اکثر من الف عام ۲۱ بحوالہ نماز پیمبر ص ۲۳۶)

دوسری صدی میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے تھے اور تیسری صدی میں بھی وٹروں سمیت انتالیس رکعات ادا کی جاتی تھیں۔

## ☆ چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی

عادت التراویح فی تلك الفتر كلها الى عشرين ركعة فقط بدلا من ست وثلاثين فی السابق (التراویح اکثر من الف عام ۲۲ بحوالہ نماز پیمبر ص ۲۴۷)

ان تین صدیوں میں چھتیس کے بجائے بیس رکعت تراویح پڑھی جانے لگیں۔

## ☆ آٹھویں صدی سے تیرہویں صدی تک

فكان یصلی التراویح اول التراویح بعشرين ركعة على المعتاد ثم یقوم آخر اللیل فی المسجد بست عشرة ركعة (التراویح اکثر من الف عام ۲۷)

آخری صدی میں حسب دستور بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھیں اور پھر رات کے آخری حصہ میں سولہ رکعت مزید پڑھی جاتی تھیں۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں تراویح کے علاوہ آخری وقت میں تہجد پڑھی جاتی ہے۔

نویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (التراویح اکثر من الف عام ۳۹) دسویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (التراویح اکثر من الف عام ۵۰)

گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی میں بھی یہی معمول رہا۔ (التراویح اکثر من الف عام ص ۵۲، ۵۳، ۵۴)

## ☆ چودھویں صدی

دخل القرن الرابع عشر والتراویح فی المسجد النبوی ﷺ علی ماهی عليه من قبل وظلت الی قرابة منتصف (التراویح اکثر من الف عام ۴۲)

چودھویں صدی کے پہلے پچاس سال کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کا معمول حسب سابق رہا (کہ بیس رکعت تراویح شروع رات میں پڑھی جاتی تھیں پھر رات کے آخر میں مزید سولہ رکعت تہجد پڑھی جاتی تھیں)

چودیس صدی کے آخری پچاس سالوں کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کے معمول کی بابت کہتے ہیں۔

ثم جاء العهد السعودي فتوحدت فيه الجماعة فی المسجد النبوی وفي المسجد الحرام للصلوة الخمس والتراویح وعادت حالة الامامة الی اصلها موحدة منتظمة اما عدد الركعات وکیفیه الصلوة فكانت عشرين ركعة بعد العشاء وثلاث وتر وذلك طيلة الشهر ... وعليه فتكون التراویح قد استقر علی عشرين ركعة علی ما یدل علیه العمل فی جميع البلاد (بحوالہ سابق ص ۶۵، نماز پیمبر ص ۲۴۸)

چودھویں صدی کی دوسری نصف صدی میں سعودی حکومت قائم ہو گئی تو حرم کی شریف اور حرم مدنی شریف میں پانچوں نمازوں اور تراویح کو منظم کرایا گیا اب صورت حال یہ ہے کہ پورے رمضان میں عشاء کے بعد بیس تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے ہیں اس طرح تراویح کا بیس رکعت پڑھنا بالکل پختہ اور مضبوط ہو گیا اور دوسرے تمام علاقوں میں یہی عمل جاری رہا۔

## ☆ تراویح پڑھانے کی کیفیت

بدء الشيخ عبدالعزيز فيصلي عشر ركعات في خمس تسليمات وتستمر الى الساعة الثالثة الاخمس دقائق اى تستغرق نصف ساعة تمامائهم يبدؤها فضيلة الشيخ عبدالمجيد في العشر ركعات مباشرة يصليها بخمس تسليمات ..... فيكون العشرون ركعة كاملة بجزء كامل (التراويح اكثر من الف عام ٤٨/٤٩)

پہلے شیخ عبدالعزیز پانچ سلاموں کے ساتھ دس تراویح پڑھاتے ہیں اور عربی وقت کے مطابق پانچ منٹ کم تین بجے تک نصف گھنٹہ میں مکمل کر لیتے ہیں پھر شیخ عبدالعزیز فوراً ہی مزید دس تراویح پڑھاتے تھے اس طرح روزانہ بیس رکعت تراویح میں ایک پارہ مکمل ہو جاتا ہے۔

## ☆ پندرہویں صدی

بندہ ناچیز (الشیخ محمد الیاس فیصل) عرض کرتا ہے کہ ۲۲ صفر ۱۲۰۵ھ تک شیخ عبدالعزیز اور شیخ عبدالمجید مدظلہما بقید حیات ہیں اس صدی کے گذشتہ چار سالوں میں بھی دونوں حضرات نے حسب سابق بیس تراویح پڑھائی ہیں اس طرح حرم مکی شریف میں بھی بیس تراویح پڑھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ تمام مسلمان بھی حرمین شریفین کی طرح رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنے لگ جائیں (آمین)

## ☆ دوسوال

اس پوری تحقیق کے بعد شیخ عطیہ سالم لکھتے ہیں

اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قراء سے اولاً یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیس بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا بیس سے زائد تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی فتویٰ دیا کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہے اور اس نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو اس فتویٰ کی بنیاد بنایا ہو۔

الغرض جب پورے چودہ سو سالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہے اور نہ ہی ثابت ہوا ہے کہ مسجد نبوی میں باجماعت صرف آٹھ رکعت تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مصر ہیں اور دوسروں کو بھی اسکی دعوت دیتے ہیں ہم ان سے صرف اتنا عرض کر رہے ہیں کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لیکر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا انکی مخالفت سے بہت بہتر ہے خصوصاً اس شخص کیلئے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے۔

وفي نهاية هذا العرض التاريخي نستوقف القاري الكريم لتسائل معه هل وجد التراويح عبر التاريخ الطويل اكثر من الف عام في مسجد النبي عليه السلام منذ نشأتها الى اليوم قد اقتصرت على ثمان ركعات او قلت عن العشرين ركعة ام انها اربعة عشر قرنا وهي على هذا الحال ما بين العشرين والاربعين وهل سمع قولا ممن تبوء الدار والايمان من قبلهم او الذين سبقوا بالايمان ولا من شخص واحد يقول لا تجوز الزيادة على الثمان ركعات آخذ الحديث عائشة... واذا لم يوجد طيلة تلك المدة من يقول لا تجوز الزيادة على الثمان ركعات ولا وجد طيلة هذا المدة من يقتصر على ثمان ركعات في مسجد رسول الله ﷺ جماعة فان اقل ما يقال لهؤلاء الذين لا يرون جواز الزيادة على الثمان ركعات ولا يقتصرون على انفسهم فيما ارتأوه بل يدعون غيرهم اليه فيقال لهم ان اتباع الامة من عهد الخلفاء الراشدين الى اليوم وموافقة الجماعة من الصدر الاول الى هذا العهد فيؤمن المتخالفة وخصوصا من يصلي في المسجد ومع الامام (التراويح اكثر من الف عام ٢٣٩)

## ☆ ایک مختصر نصیحت

رمضان جیسے بابرکت مقدس مہینے میں رحمت الہی کا لامتناہی سمندر جوش میں ہوتا ہے جس میں ایک رکعت کا ثواب کم از کم ستر گنا اور ہر ایک کے اخلاص و خشوع کی مناسبت سے سات گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور اس سے زائد جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں۔ لہذا اس نادر فرصت میں زیادہ موتی جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ورنہ یقیناً گھائلے میں رہے گا وہ شخص جو اس وقت بھی سستی کرے یا پھر کسی گروہی تعصب میں مبتلا ہو کر اس سعادت سے محروم رہے اور کم عدد پر اکتفاء کر کے اللہ کی اس کرم نوازی سے استغناء کا ثبوت دے جبکہ قیامت کے دن ایک ایک نیکی کی اہمیت ہوگی اب بیس رکعت اور آٹھ تراویح کا کم از کم ثواب دیکھیں اور فیصلہ کریں۔

تراویح رکعات x راتیں = کل رکعات تراویح x کم از کم ثواب = پورے مہینے کی تمام تراویح کا ثواب  
 $30 \times 20 = 600 \times 70 = 42000$  بیالیس ہزار  
 $30 \times 8 = 240 \times 70 = 16800$  سولہ ہزار آٹھ سو

تو بیس تراویح پڑھنے والے کو صرف ایک ماہ کم از کم بیالیس ہزار رکعات کا ثواب ملتا ہے (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جبکہ آٹھ رکعات کو ثواب صرف سولہ ہزار آٹھ سو تک لہذا ہمیں زیادہ ثواب والی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

**نوٹ:** یہ پورا اقتباس ”نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ عنوان سے لیکر یہاں تک“ معمولی حذف و اضافہ اور ترمیم کے ساتھ الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ کی کتاب نماز پیبر ص ۳۴۵ تا ۳۵۰ سے نقل کیا گیا ہے۔

## ☆ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا جائز ہے

رمضان وغیر رمضان میں وتر کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھنا جائز ہے چاہے بیٹھ کر پڑھی جائیں یا کھڑے ہو کر ادا کی جائیں کیونکہ حضور ﷺ سے وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ انہیں سے چند ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

عن ابی سلمة قال سالت عائشة  
 عن صلوة رسول الله فقالت كان  
 یصلی ثلاث عشرة رکعة یصلی  
 ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی  
 رکعتین وهو جالس الخ  
 (مسلم شریف باب صلوة اللیل ج ۱  
 ص ۲۵۳)

(۲) عن ابی امامة ان النبی کان  
 یصلیہما بعد الوتر وهو جالس  
 یقرأ فیہما اذا زلزلت وقل  
 یا ایہا الکفرون

(رواہ احمد مشکوٰۃ ۱۱۳)

(۳) وفی دارقطنی من حدیث انس ان  
 رسول اللہ کان یصلی بعد الوتر  
 رکعتین وهو جالس الخ  
 (دارقطنی ج ۲ ص ۳۰)

حضرت ابوسلمہؒ نے حضرت عائشہؓ سے رسول  
 اللہ ﷺ (رات کی نماز یعنی تہجد) کی نماز کے  
 بارے میں پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے جواب  
 دیا کہ آپ ﷺ تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے آپ  
 ﷺ (پہلے تہجد کی) آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے  
 پھر (تین رکعت) وتر پڑھتے تھے پھر آپ  
 دو رکعتیں نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی  
 پاک ﷺ وتر کے بعد دو رکعتوں کو بیٹھ  
 کر پڑھتے تھے جنہیں آپ سورہ زلزال اور سورہ  
 کافرون پڑھتے تھے۔

حدیث کی کتاب دارقطنی میں حضرت  
 انسؓ سے یہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ  
 ﷺ وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ  
 کر پڑھتے تھے۔

نیز اور احادیث ترمذی شریف، ابن ماجہ بیہقی شریف، فتح الملہم شرح مسلم مشکوٰۃ وغیرہ میں بھی آئی ہیں۔

## ☆ آخری اور سمجھ میں آنے والی بات

ایک عام آدمی تراویح کا مسئلہ اس طرح سہولت سمجھ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف آٹھ رکعتیں



مطلوب تھیں (حالانکہ اسکی کوئی دلیل نہیں ہے) تو بیس پڑھنے والے نے آٹھ رکعت پڑھکر مطلوب کو ادا کیا اور بارہ رکعتیں اس کے لئے ذخیرہ رہ گئیں اور اگر اللہ کے پاس بیس رکعات مطلوب تھیں (جبکی تفصیل مدلل طریقہ پر آچکی ہے) تو صرف آٹھ رکعتیں پڑھنے والا بارہ رکعات کا جواب اللہ کے پاس کیا دے گا؟ کیا وہ شخص وہاں بارہ رکعات کے چھوڑنے کی وجہ سے ہونے والے سزا سے بچ سکتا ہے؟

☆ حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانویؒ نے ایک غیر مقلد کو مثال دے کر سمجھایا۔

اگر حکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مال گزاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبر دار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گزاری ہے اس نے کہا آٹھ روپیے پھر تم نے دوسرے نمبر دار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپیے اس سے تردد بڑھا تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپیے اب تم بتاؤ تمہیں کچھری میں کتنی رقم لے کر جانا چاہئے انہوں نے کہا صاحب بیس روپیہ لے کر جانا چاہئے اگر اتنی ہوئی تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گی اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی۔ اور اگر میں رقم کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگنا پھروں گا؟ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں تو طلب کم کی گئی تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی۔ کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آ گیا اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس تسلی ہوئی۔ (روح القیام ص ۶۰)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آٹھ رکعات والی حدیث پر غور کریں

فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى أَحَدٍ عَشْرَةَ رَكْعَةً. (بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۵۴)

مولانا وحید الزماں غیر مقلد اسکا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں اور غیر رمضان میں (کبھی) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (تیسر الباری ج ۲ ص ۱۷۱) مولانا محمد داؤد راز غیر مقلد اسکا ترجمہ یہ کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ

رمضان المبارک یا دوسرے کسی بھی مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (ترجمہ و تشریح ج ۵ ص ۷۰) مولانا داؤد اسکی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں آپ ﷺ رمضان ہو یا غیر رمضان تراویح ہو یا تہجد گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے ہمیں آٹھ رکعت نفل اور تین وتر شامل ہوتے تھے۔

اس حدیث کا مطلب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسکا تعلق تہجد کے ساتھ ہے تراویح کے ساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ انہیں اس نماز کا تذکرہ ہے جو پورے سال پڑھی جاتی ہے جبکہ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ تراویح و تہجد ایک ہی نماز ہے یہ بھی غلط ہے اسکو بھی ہم تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ دیکھئے ص ۱۱۲ سے ۱۲۲ تک

اب ہم اس حدیث شریف پر دوسرے طریقے سے غور کریں گے۔ غور کرنے سے پہلے ایک مثال سمجھیں۔ (مثال) ایک شخص کا دعویٰ ہے کہ زید کے پاس گیارہ روپیہ سے زیادہ نہیں ہیں گویا یہ شخص زید کے پاس صرف گیارہ روپیہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے لیکن بعد میں جب زید کی تلاش لی گئی تو بارہ یا تیرہ یا پندرہ روپیہ نکل گئے یا صرف سات یا نو نکل گئے۔ اب زید کے پاس گیارہ روپیہ ہونے کا جو دعویٰ دار ہے اس کے بارے میں دو ہی باتیں ممکن ہیں (۱) یا تو یہ جھوٹا ہے کیونکہ دعویٰ صرف گیارہ کا ہے مگر نکلے کم یا زیادہ (۲) یا اگر یہ سچا ہے تو یہ کہیں گے کہ اس نے کبھی زید کے پاس گیارہ روپیہ دیکھے ہیں وہ صرف اس دن کی بات اور اس دن کا واقعہ نقل کر رہا ہے ہمیشہ کی بات کو بیان نہیں کر رہا ہے۔ اس مثال کی روشنی میں حضرت عائشہؓ والی بخاری شریف کی روایت کو بخاری شریف کی دوسری احادیث مبارکہ کے ساتھ ملا کر غور سے دیکھیں۔

عن عائشہؓ قالت کان رسول	حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ
الله ﷺ يصلی باللیل ثلث	رکعتیں پڑھتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو دو کی
عشرة ركعة ثم يصلی اذا سمع	رکعتیں (سنت فجر) پڑھ لیتے۔ غیر مقلد عالم مولانا محمد
النساء بالصبح ركعتين	داؤد راز لکھتے ہیں آپ کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی
خفيفتين (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶)	پڑھتے تھے۔ (ترجمہ و تشریح ج ۲ ص ۲۸۹)

اوپر والی حدیث میں ہے کہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس روایت میں ہے کہ تیرہ رکعتیں

پڑھتے تھے اب گیارہ سے زیادہ ثابت ہوئیں۔ دونوں حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں اسی کو حدیث کی اصطلاح میں اضطراب کہتے ہیں اسلئے اس حدیث سے استدلال کرنا ضعف سے خالی نہیں ہے گویا حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن جہاں تک حدیث کے متن و مضمون کا تعلق ہے تو اسکی صحت میں محدثین کو سخت کلام ہے حتیٰ کہ متن حدیث کی کمزوری اور نقص کیوجہ سے بعض محدثین اس حدیث کو مضطرب یعنی ضعیف قرار دیتے ہیں

(۱) قال القرطبی اشکلت روایات عائشہؓ علی کثیر من اهل العلم حتی نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب (فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۲۵)

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں بہت سے اہل علم کے لئے دشوار ی کا سبب بن گئیں حتیٰ کہ بعض اہل علم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو مضطرب ہی قرار دیا ہے۔

(۲) واهل العلم یقولون ان الاضطراب عنها فی الحج والرضاع وصلاة النبی باللیل وقصر صلوة المسافر (عمدة القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۴۸۲)

اہل علم کا ارشاد ہے کہ حج کے مسئلہ میں اور رضاعت کے مسئلے میں اور حضور ﷺ کی رات کی نماز کے مسئلہ میں اور مسافر کی نماز کے مسئلہ میں حضرت عائشہؓ سے اضطراب ہوا ہے۔

### ☆ (۳) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں

واما الاختلاف فی حدیث عائشہؓ فقیل هو منها وقیل من الرواة عنها (نووی شرح مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۳)

حضرت عائشہؓ کی حدیث کے اختلاف فقہاء میں سے ہے اور روایات میں سے ہے اضطراب کے سلسلے میں کہا گیا، کہ حضرت عائشہؓ سے اضطراب ہوا ہے اور یہ بھی کیا گیا کہ ان سے روایت کرنے والوں سے اضطراب ہوا ہے

### ☆ (۴) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

وقال طائفة قد ثبت فی الصحيح عن عائشہؓ ان النبی ﷺ لم یکن یزید فی رمضان ولا فی غیرہ من ثلثہ عشرة رکعة واضطراب فی هذا الاصل لما ظنوه عن معارضة الحديث الصحيح لما ثبت من سنت خلفاء الراشدين وعمل المسلمين (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۱۵)

علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پس اس اصل میں اضطراب ہے کیونکہ یہ اس بنا پر اس صحیح حدیث کے معارض ہے جس میں خلفاء راشدین کی سنت اور مسلمانوں کا عمل (۲۰ رکعت) مذکور ہے اس اضطراب و اختلاف کو اگر دور کیا جائے تو استدلال درست ہے ورنہ یہ حدیث ضعیف ٹھہری گئی۔

### ☆ اضطراب و اختلاف کی توجیہ

اس اختلاف و اضطراب کو دور کرنے کی محدثین نے مختلف توجہات پیش کی ہیں ان میں سے جن میں سے کوئی نقل کرینگے پہلی توجیہ : گیارہ رکعت ہی اصل تہجد ہیں دو رکعت فجر کی دو سنتیں ہیں اسلئے تیرہ ہوئیں۔ لیکن یہ توجیہ بالکل غلط ہے کیونکہ اوپر بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر اذان فجر کے بعد دو پڑھتے تھے تو فجر کی سنتوں کے ساتھ پندرہ رکعتیں ہوئیں۔

دوسری توجیہ : پہلے عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر گیارہ پڑھتے تھے تو تیرہ رکعتیں ہوئیں لیکن یہ بھی غلط ہے۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں وہ تو اویل ضعیف مباعد الحدیث (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۰) یہ تاویل نہایت ضعیف ہونے کے علاوہ حدیث سے دور کرنے والی بھی ہے جب یہ دونوں تاویلیں کمزور ہیں تو ماننا پڑھے گا کہ گیارہ اور تیرہ رکعت کی بات حضرت عائشہؓ نے اپنے علم کے مطابق بیان کی ہے کہ کبھی حضور ﷺ نے گیارہ رکعت پڑھیں اور کبھی تیرہ پڑھی۔ حضرت عائشہؓ حضور علیہ السلام کے ہمیشہ کے عمل کو نہیں بیان کر رہی ہیں اور ہمیشہ کا عمل بیان کرنا حضرت عائشہؓ کے لئے ممکن بھی نہیں تھا کیونکہ (۱) اگر حضرت عائشہؓ ہمیشہ کا معمول بیان کر رہی ہیں کہ گیارہ



**فائدہ:** یہاں حضور ﷺ نے چھ مرتبہ دو دو رکعت پڑھ کر پھر وتر پڑھی اگر وتر ایک رکعت پڑھی تو کل تیرہ ہوئیں اور اگر وتر تین رکعتیں پڑھی جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے تو کل رکعتیں پندرہ ہوئیں بحر حال تیرہ مان لیں یا پندرہ بخاری کی حضرت عائشہؓ والی حدیث کے خلاف ہوئی کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ رکعتیں نہیں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بارہ رکعت تہجد ثابت ہوئی ہیں اگر تراویح اور تہجد ایک ہے تو تراویح بھی بارہ ہوئی حالانکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں۔  
حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تین وتر اور اسمیں ایک وتر کا ذکر ہے۔

### ☆ حضرت زید بن خالد الجہنیؓ کی حدیث

عن زید بن خالد الجہنی انہ قال  
لارقم من صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ  
فصلی رکعتین خفتین ثم صلی  
رکعتین طویلتین طویلتین  
ثم صلی رکعتین وهما دون اللتين  
قبلها ثم صلی رکعتین دون اللتين  
قبلها ثم صلی رکعتین وهما دون  
اللتين قبلها ثم صلی رکعتین دون  
اللتين قبلها ثم اوتر فذا لک ثلث  
عشرة رکعة (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۲)

حضرت زید بن خالد جہنی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں آج رات رسول اللہ ﷺ کی نماز ضرور دیکھوں گا فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں اسکے بعد دو رکعت بہت زیادہ لمبی اور طویل و دراز پڑھیں اسکے بعد پھر دو رکعت پڑھی جو پہلی دو رکعت سے کم دراز تھی اس کے بعد پھر دو رکعت پڑھی جو اس کے پہلی والی سے کم دراز تھی اس کے بعد دو رکعت اور پڑھی جو اس سے پہلی والی سے کم دراز تھی پھر وتر ادا فرمایا تو یہ کل تیرہ رکعت ہوئیں۔

اس حدیث میں تیرہ رکعت کا تذکرہ ہے یہ بھی حضرت عائشہؓ کی حدیث (کہ حضور ﷺ گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے) کے خلاف ہے یہ تیرہ اس صورت میں ہے کہ جب وتر ایک ہی رکعت مانی جائے لیکن بخاری کی حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تین وتر کا تذکرہ ہے (ثم یصلی ثلاثا) اس اعتبار سے کل رکعت پندرہ ہوئیں۔

غرض یہ دعویٰ (کہ آنحضرت ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے) غلط ثابت ہوا اسلئے محدثین

حضرت عائشہؓ کی حدیث کو انکے علم کے مطابق کے واقعہ پر محمول کرتے ہیں بیہنگی کا معمول نہ تھا نیز انکو تہجد پر محمول کرتے ہیں کیونکہ اسمیں کی زیادتی ہوتی تھی چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن مسروق قال سالت عائشہ عن صلوٰۃ رسول اللہ باللیل فقال سبع وتسع واحدی عشرة سوی رکعتی الفجر (بخاری ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ آپ کبھی سات رکعتیں پڑھتے کبھی نوا اور کبھی گیارہ فجر کی سنتوں کے علاوہ۔

**فائدہ:** اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے تو کیا دنیا میں کوئی سات اور نو رکعت تراویح کا قائل ہے اور اگر ان سات یا نو میں تین وتر کی مانی جائیں تو تراویح کل چار رکعت یا چھ رکعت رہ گئیں تو انکا کوئی قائل ہے؟

### ☆ آنحضرت ﷺ کی تہجد کی کیفیت

(۱) ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقوم اولی صلی حتی ترم قدماء اوساقا (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۲)

آنحضرت ﷺ اتاکھڑا رہتے یا اتنی نماز پڑھتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں یا پنڈلیوں پر دم ہو جاتا۔

(۲) ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی احدی عشرة رکعة کانت تلک صلوٰۃ یسجد السجدة من ذالک قدر ما یقر احد کم خمسين اية قبل ان یرفع راسه (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۱)

آنحضرت ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے یہی آپ کی نماز تھی ان رکعتوں میں آپ اتنی دیر تک سجدہ میں رہتے کہ تم میں سے کوئی پچاس آیات آپ کے سر مبارک اٹھانے سے پہلے پڑھ لے۔

اسی کو حضرت عائشہؓ نے ایک موقع پر اس طرح بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلے آپ چار رکعتیں پڑھتے نہ پوچھ وہ کیسی خوبصورت

اور دراز ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے نہ پوچھ وہ کسی خوبصورت اور دراز ہوتی تھیں پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)

**فائدہ:** بخاری شریف سے ہی حضور علیہ السلام کی رات کی نماز کے بارے میں سات، نو، گیارہ، تیرہ، پندرہ ثابت ہوئی ہیں لیکن غیر مقلدین نے صرف گیارہ والی روایات پر عمل کیا باقی پر کچھ عمل نہیں کرتے نیز کیفیت یہ تھی کہ پاؤں یا پنڈلیوں پر درم آتا تھا، اتنی دیر سجدہ کرتے جتنی دیر ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے لیکن ان کیفیات کو بالکل نظر انداز کیا۔

**فائدہ:** ۷، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵ میں اگر وتر تین رکعت مان لیں تو تراویح یا تہجد ۴، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴ ہوئیں صرف آٹھ کا دعویٰ غلط ثابت ہوا اور اگر وتر ایک رکعت تو تراویح یا تہجد ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۴ ہوئیں تب بھی یہ غلط ثابت ہو کہ صرف آٹھ رکعت تراویح ہیں یا آٹھ سے زیادہ نہیں ہیں۔

(۳) مسلم شریف کی یہ حدیث بھی مد نظر رکھیں۔ پھر میں نے عرض کیا اے مومنوں کی ماں مجھے آنحضرت ﷺ کے وتر کے بارے میں خبر دیجئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم آپ ﷺ کے لئے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کو جب چاہتا رات کو اٹھا دیتا تھا پھر آپ ﷺ مسواک و وضو فرماتے تھے پھر نور رکعت پڑھتے تھے اس میں آپ نہیں بیٹھتے تھے مگر آٹھویں رکعت کے بعد اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس کی حمد کرتے اور دعا کرتے (یعنی آٹھویں رکعت میں تشہد پڑھتے) پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ پھیرتے اور نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور حمد کرتے اور دعا کرتے اور اس طرح سلام پھیرتے کہ ہم کو سنا دیتے پھر سلام کے بعد دو رکعت بیٹھے بیٹھے پڑھتے غرض یہ گیارہ رکعتیں ہوئی اے میرے بیٹے پھر آپ ﷺ جب سن رسیدہ ہوئے اور بدن مبارک موٹا ہوا تو سات رکعت وتر پڑھنے لگے۔ (مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۵۶)

## ☆ حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر اعتراض اور اس کا جواب

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں میں رکعت تراویح وتر کے علاوہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۶، حدیث ۶۹۱، معجم کبیر جلد ۵ ص ۳۳۳، حدیث ۱۱۹۳۴، بیہقی سنن کبریٰ ج ۲ ص ۶۹۸، حدیث ۴۶۱۵)

اس پر دو اعتراض ہیں (۱) پہلا اعتراض یہ حضرت عائشہؓ (کہ نبی علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ زیادہ نہیں پڑھتے تھے) کے خلاف ہے۔ اس کا تفصیلی جواب گذر چکا ہے۔ (۲) کہ حضرت عائشہؓ کی احادیث میں اختلاف ہے (۳) حضرت عائشہؓ نہ دائمی عمل کو بیان کر رہی ہیں اور نہ ہی ان کے لئے دائمی عمل بیان کرنا ممکن ہے (۴) نیز حضرت عائشہؓ کی حدیث کا تعلق تہجد سے ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا تعلق تراویح سے ہے اور تراویح و تہجد الگ الگ نمازیں ہیں اس پر تفصیلی بحث گذر چکی ہے، نیز صفحہ ۲۱ پر ہم نقل کر چکے ہیں کہ جو حدیث متواتر ہو چاہے تو اترا فاعلیٰ اس پر عمل کرنا واجب ہے اسکی سند سے بحث کرنا اصول حدیث کے خلاف ہے۔ دوسرا اعتراض۔ اس حدیث میں ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے ان پر محدثین نے جرحیں کی ہیں۔

**جواب:** اولاً تو سب جرحیں مقبول نہیں ہیں بلکہ بعض مردود ہیں مثلاً (۱) امام شعبہ نے ابراہیم کی تکذیب کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شعبہ کی تکذیب قابل قبول نہیں ہے کیونکہ حافظ ذہبی نے لکھا ہے شعبہ نے اسوجہ سے اسے جھوٹا کہا ہے کہ اسنے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جنگ صفین میں ستر اہل بدر صحابی حاضر تھے شعبہ نے کہا واللہ ابو شیبہ نے یہ بات جھوٹی کہی میں نے خود حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے خزیمہ کے اور کسی کو اہل بدر سے نہیں پایا میں (علامہ ذہبی) کہتا ہوں سبحان اللہ کیا علی صفین میں حاضر نہ تھے؟ کیا صفین میں عمار حاضر نہ تھے؟ (میزان الاعتدال ۱/۱۷۰)

جھوٹ تو اسوقت ہوتا کہ جب شعبہ حکم سے مذاکرہ کرنے گئے ہوتے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم سے یہ بیان نہیں کیا مگر شعبہ حکم کا انکار نقل نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت

ہوا لہذا اس سے پتہ چلا حکم نے ضرور بیان کیا مگر مذاکرہ کے وقت وہ ستر کا نام نہیں بتا سکے ایسی صورت میں اگر الزام ہوگا تو حکم پر ہوگا نہ کہ ابراہیم پر، پھر حافظ ذہبی نے شعبہ کی تردید کی کہ صفین میں ایک کیا تین صحابہ کی موجودگی ثابت ہے بہر حال شعبہ نے ابراہیم کی جو تکذیب کی وہ ناقابل قبول ہے۔

**مثال ۲:** حضرت امام بخاریؒ نے ابراہیم بن عثمان پر سکتو اعنہ کے ذریعہ جرح کی ہے..... سکتو اعنہ یا فیه نظر کا مطلب خود امام بخاریؒ نے بیان نہیں کیا بلکہ لوگ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے نیز فریق مخالف نے کتنے ایسے راویوں کی روایت سے استدلال کیا ہے جن پر امام بخاریؒ وغیرہ محدثین نے اس طرح کی جرحیں کی ہیں۔ خلاصہ رکعات تراویح از مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ۔

**ثانیاً** صرف جرح کی طرف نظر نہ رہے ذرا ابراہیم کے بارے میں محدثین کے یہ اقوال بھی زیر نظر رکھیں۔ وقال ابن عدی لہ احادیث صالحہ وھو خیر من ابراہیم من ابی حبیبہ (تہذیب العذیب ص ۹۵) ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کی بہت سی حدیثیں درست اور محفوظ ہیں وہ ابراہیم بن ابی حبیبہ سے بہتر اور افضل ہیں۔

وقال عباس الدورى عن يحيى بن معين دورى یحییٰ بن معین عباس دوری سے راوی ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یزید بن ہارون نے ماقضیٰ علی الناس رجل یعنی فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ وکان یزید علی کتابہ ایام کان قاضیا (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۹۹۵) کے دور میں انکے کاتب وشی تھے۔

واضح رہے یزید بن ہارون (جو ابراہیم کی اتنی بڑی تعریف کرتے ہیں)

حضرت امام بخاریؒ کے استاذ الاستاذ ہیں نہایت ثقہ اور زبردست حافظ حدیث ہیں۔

**ثالثاً** ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان (جس پر جرح کی گئی ہے اور جسکی وجہ سے حدیث کو ضعیف کہا گیا) کی وفات ۱۶۹ھ میں ہوئی جس وقت حضرت عمرؓ عثمانؓ علیؓ نے اس حدیث پر عمل کیا اس وقت وہ بچپارے

پیدا بھی نہ ہوئے تھے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کو ابراہیم بن عثمان کے واسطے کے بغیر پہنچی ہو کیونکہ یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بہت کم عمر ہیں۔

## ☆ ایک اصولی اور ضروری بحث

**دابعاً** اگر حدیث کی سند صحیح ہے ضروری نہیں ہے کہ اس کا ہر متن و مضمون بھی صحیح ہو اسی طرح اگر حدیث کی سند کمزور ہے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ حدیث بالکل باطل و ناقابل عمل ہو بلکہ ممکن ہے کہ سند صحیح ہو لیکن مضمون صحیح نہ ہو۔ اسی طرح ممکن ہے کہ سند کمزور ہو لیکن متن و مضمون صحیح ہو جس پر امت کا عمل ہو یہ تو محدثین کا مسلمہ اصول ہے مزید اطمینان کے لئے ہم غیر مقلدین کے حوالہ ہی درج کرتے ہیں مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلدین کے چوٹی کے عالم ہے وہ لکھتے ہیں (۱) سلمنا صحة اسنادہ لكن قد تقرران صحة الاسناد لا يستلزم صحة المتن . (ابکار السنن ص ۶۷) ہم کو اسناد کا صحیح ہونا تسلیم ہے مگر ثابت ہو چکا ہے کہ اسناد کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

(۲) کون رجال الحديث ثقات لا يستلزم صحته (ابکار السنن ص ۱۶۷) حدیث کے راویوں کا ثقہ اور معتبر ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا (۳) ومن المعلوم ان حسن الاسناد او صحته لا يستلزم حسن الحديث او صحته (ابکار السنن ص ۶۸۳) اور معلوم ہے کہ اسناد کے حسن یا صحیح ہونے سے لازمی طور پر حدیث حسن یا صحیح نہیں ہو جاتی۔

(۴) ومن المعلوم ان صحة السند لا يستلزم صحة المتن (ابکار السنن ص ۴۰۲) اور معلوم ہے کہ سند کی صحت متن کی صحت کو مستلزم نہیں۔

(۵) قد تقرران صحة الاسناد لا يستلزم صحة المتن (تختہ الاحوزی جلد ۲ ص ۶۹) یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سند کا صحیح ہونا متن کے صحیح ہونے کے مستلزم نہیں ہے۔

## ☆ سند پر صحیح و ضعیف لگانے کا حکم امر اجتہادی ہے

اب سوال یہ ہے کہ وجہ کیا ہے کہ سند کے صحیح و ضعیف ہونا متن کی صحت و ضعف کو مستلزم نہیں ہم چند

وجوہات تحریر کرتے ہیں۔

(۱) کسی بھی حدیث شریف کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے خود یہ نہیں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے یا موضوع ہے بلکہ مجتہدین نے اپنی خداداد صلاحیت اجتہاد سے کام لیکر احادیث پر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگایا۔

(۲) مجتہدین و محدثین کو اللہ تعالیٰ ضرور محنت اجتہاد پر اجر دینگے لیکن یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے جس حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہو وہ حقیقت میں بھی صحیح ہو اسی طرح جس حدیث پر انہوں نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہو وہ لازماً ضعیف ہوگی بلکہ عین ممکن ہے کہ معاملہ حقیقت میں برعکس ہو کیونکہ محدثین انسان ہی تھے انکے پاس اس بارے میں کوئی وحی نہیں آتی تھی۔

(۳) احادیث مبارکہ پر ضعیف یا صحیح ہونے کا حکم لگانے کے لئے محدثین کے پاس اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں مثلاً امام بخاریؒ کے نزدیک راوی اور مروی عنہ (استاد شاگرد) کے درمیان ملاقات لازمی شرط ہے جبکہ امام مسلمؒ کے نزدیک معاصرت (ہم زمانہ) ہی کافی ہے اور امام بخاریؒ کا اختلاف علماء کے نزدیک مشہور ہے (مقدمہ مسلم شریف ص ۲۱)

(۴) محدثین نے یہ اصول بھی چونکہ اپنے اجتہاد سے بنائے ہیں اسی وجہ سے بعض احادیث کے بارے میں کچھ محدثین صحیح ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں جبکہ انہی احادیث کے بارے میں دیگر محدثین اپنے اجتہاد سے ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

(۵) احادیث کی سند کے راویوں کے بارے میں محدثین صرف اپنے اجتہاد سے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں اسی وجہ سے بعض راوی ایسے ہوتے ہیں جنکی محدثین خوب مدح سرائی کرتے ہیں جبکہ دوسرے محدثین انہی راویوں پر سخت تنقید کرتے ہیں مثلاً محمد بن اسحاق کے بارے میں حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجال و کذاب ہے (تہذیب ۹/۵)

لیکن مشہور محدث حضرت امام شعبہؒ انکو حدیث میں امیر المؤمنین کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۳/۵)

(۶) وقال الذہبی و هو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال لم یجتمع اثنان من

علماء هذا الشأن قط علی توثیق ضعیف ولا علی تضعیف ثقة (نخبۃ الفکر ۱۱۱) حافظ ذہبی جو کہ رجال پر تنقید میں کامل رستگاہ رکھتے ہیں ان کا قول ہے جرح و تعدیل کے تمام علماء کبھی بھی کسی ضعیف کی توثیق پر متفق نہ ہوئے اور نہ ہی کسی ثقہ کی تضعیف پر متفق ہوئے۔

(۷) بخاری شریف میں کتنے راوی ایسے ہیں جن پر سخت قسم کی جرحیں موجود ہیں (ابکار المنہ ص ۵۰۲) مثلاً مرجیہ، شیعہ، رافضی، قدریہ، جہمیہ، خوارج وغیرہ اور کتنے ہی محدثین ہیں جنہوں نے حضرت امام بخاریؒ کا بھرپور دفاع کیا ہے مثلاً ابراہیم بن ظہمان جو بخاری کے راوی ہیں ان پر مرجیہ ہونے کا الزام ہے۔ اسمعیل ابن ابان بخاری کے راوی ان پر شیعہ ہونے کا الزام ہے، اسید بن زید بخاری کے راوی، امام نسائی نے ان کے بارے میں فرمایا وہ متروک ہیں امام ابی معین نے انکے بارے میں فرمایا کہ جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے، دارقطنی نے ان کو ضعیف کہا، ابن حبان نے کہا وہ احادیث چوری کرتا تھا تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ فتح الباری وغیرہ۔

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔ اذ اريت حديثا باسناد ضعيف فلك ان تقول هذا ضعيف وتعني به بذالك الاسناد ضعيف وليس لك ان تقول هذا ضعيف وتعني به ضعف متن الحديث بناء على مجرد ضعف ذالك الاسناد

اگر تم کوئی حدیث ضعیف سند کے ساتھ پاؤ تو یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ ضعیف ہے لیکن معنی یہ ہو گئے کہ اس سند سے ضعیف ہے لیکن تم کو یہ حق نہیں ہے کہ ضعیف کہہ کر یہ مراد لو کہ اس حدیث کا متن بھی ضعیف ہے صرف اس بنا پر کہ یہ سند ضعیف ہے



## ☆ بحر العلوم علامہ لکھنوی لکھتے ہیں

حيث قال اهل الحديث هذا حديث صحيح او حسن فمرادهم فيما ظهر لنا عملاً بظاهر الاسناد لانه مقطوع لصحته في نفس الامر لجواز الخطأ والنسيان على الشك. وكذا قولهم هذا حديث ضعيف فمرادهم انه لم يظهر لنا فيه شروط الصحة لانه كذب في نفس الامر لجواز صدق الكاذب واصابة من هو كثير الخطاء هذا هو القول الصحيح الذي عليه اكثر اهل العلم (الرفع التكميل في الجرح والتعديل ص ۲۶)

جب محدثین کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو بات مجھے ظاہری سند سے معلوم ہوئی اس پر عمل کرنے کا تقاضا یہ ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حقیقت اور نفس الامر میں اسکی صحت کا یہ قطعی فیصلہ ہے کیونکہ بھول چوک تو ثقہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح محدثین کا یہ کہنا کہ فلاں حدیث ضعیف ہے تو اس کا مطلب بھی انکے نزدیک صرف اتنا ہے کہ ہمارے خیال میں اسکی صحت کے شرائط نہیں پائے گئے ہیں یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ حقیقت میں بھی جھوٹی روایت ہے اسلئے کاذب راوی بھی سچ بول سکتا ہے اور کثرت سے غلطی کرنے والا بھی درست کار ہو سکتا ہے یہ وہ اصول ہے جس پر اکثر اہل علم قائم ہیں۔

(۸) بخاری و مسلم کے بارے میں علامہ نوویؒ شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں ففسی الصحيحین وغيرهما من كتب ائمة الحديث الاحتجاج بكثير المبتدعين - نووی شرح مسلم - بخاری و مسلم میں بہت سی روایتیں ان لوگوں سے منقول ہیں جو بدعت میں گرفتار تھے۔ (ترجمہ از غیر مقلد عالم مولانا وحید الزماں ترجمہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۵)

کیا اس قسم کی سخت جرحوں کو نقل کر کے کوئی بخاری و مسلم میں موجود ان روایوں کی وجہ سے ان احادیث کو اور ان پر عمل کو غیر معتبر ٹھہرائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ دیگر اصول کی روشنی میں انکا معاملہ واضح کیا جائے گا

اس قسم کے شدید اختلاف میں عام انسان کو مجتہدین و محدثین کی تقلید کے بغیر چارہ کار نہیں۔ محدثین کا راویوں کے بارے میں متروک۔ ضعیف۔ سبکی الحفظ۔ کثیر الوهم۔ فاحش الخطا۔ مضطرب وغیرہ کہنا اسی طرح اوثق۔ ثقہ۔ ثبت۔ حافظ تعدیل کے الفاظ استعمال کرنا ہم صرف انکے کہنے پر ہی مانتے ہیں نہ خود چانچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ ہم ان سے یہ دلیل پوچھتے ہیں کہ آپ اسکو جو سبکی الحفظ یا ثقہ کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسکی کیا دلیل موجود ہے؟ البتہ مجتہدین کے روایت کو راجح و مرجوح قرار دینے کے اپنے اپنے اصول ہیں مثلاً (الف) کوئی سند کی قوت کو بنیاد بناتا ہے (ب) کوئی مدینہ والوں کے عمل کو سند کے قوی ہونے کے مقابلے میں باعث ترجیح جانتا ہے (ج) کوئی تعامل یعنی امت کے عمل کو وجہ ترجیح سمجھتا ہے۔ (د) کوئی اہل علم کا انکے مطابق عمل کرنے کو دلیل ترجیح مانتا ہے (ح) کسی مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا حدیث کی صحت کے لئے کافی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیس رکعت والی حدیث میں ایک راوی ابراہیم پر چند حضرات کے جرح کرنے کی وجہ سے روایت غیر معتبر نہیں بن جاتی ہے جبکہ حضرات صحابہؓ سے لیکر آج تک امت کا عمل اسی کے مطابق ہے اور حریمین شریفین مسجد حرام و مسجد نبویؐ میں کبھی بھی بیس رکعت سے کم باجماعت تراویح نہیں پڑھی گئی۔

## ☆ مثالوں سے وضاحت

سند کا صحیح ہونا متن کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہے اسی طرح سند کا ضعیف ہونا متن کے ضعیف ہونے کو مستلزم نہیں ہے ہم اسکو چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

(۱) بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے اندر نماز پڑھی (جلد ۱ ص ۵۷) لیکن بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ نماز نہیں پڑھی (جلد ۱ ص ۵۷) یقیناً انہیں ایک حدیث کا مضمون صحیح ہوگا ایک کا غلط ہوگا حالانکہ سند دونوں کی صحیح ہے۔ غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں قد تفرد ان صحة الاسناد لا يستلزم صحة المتن (تحفة الاحوذی جلد ۲ ص ۶۹)

(۲) بخاری شریف میں ہے عن ابن المسیب حضرت ابن المسیبؓ سے مروی ہے کہ قال وقعت الفتنة الاولى یعنی مقتل عثمان پہلے فتنہ یعنی شہادت عثمانؓ کے واقعہ نے فلم تبق من اصحاب بدر احدائم وقعت بدری صحابہ میں ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا الفتنة الثانية یعنی الحرة فلم تبق من پھر دوسرے فتنہ یعنی واقعہ حرہ نے شرکاء اصحاب الحديبية احداً حدیبیہ میں ایک صحابی کا بھی نہیں چھوڑا۔ (بخاری شریف ج ۲/۵۷۳)

اس روایت میں دو باتوں کا ذکر ہے (۱) حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کوئی بدری صحابی زندہ نہ رہا (۲) واقعہ حرہ کے بعد حدیبیہ کا کوئی شریک صحابی زندہ نہ رہا حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں کیونکہ شہادت عثمانؓ کے واقعہ کے بعد تک بہت سے بدری صحابہ زندہ رہے (۱) حضرت طلحہؓ (۲) حضرت زبیرؓ (۳) حضرت عمار بن یاسرؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت خزیمہؓ اسی طرح (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) مسلمہ بن الاکوعؓ (۳) زید بن خالد الجعفیؓ (۴) زید بن ارقمؓ یہ تمام صلح حدیبیہ میں شریک تھے لیکن واقعہ حرہ کے بعد تک زندہ رہے۔

(۳) بخاری شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات میں آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہؓ کا انتقال ہوا۔ (بخاری شریف ج ۱/۱۹۱) حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی انکی وفات ۲۰ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور حضرت سودہؓ کی وفات ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔

(۴) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤنگا (سب سے صحبت کرونگا) ہر عورت کے پیٹ میں ایک لڑکے کا حمل رہے گا جو سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کریگا ان کے ایک صاحب نے کہا انشاء اللہ کہو انہوں نے نہیں کہا بھول گئے (بخاری شریف ج ۱/۴۷۷)

اس وقت حضرت سلیمان کی کتنی بیویاں نکاح میں تھیں بخاری میں متعدد اور مختلف تعداد کا ذکر ہے ۶۰، ۷۰، ۹۰، ۹۹، ۱۰۰ ظاہر ہے کہ انہیں صرف ایک صحیح ہوگی حالانکہ سند تمام احادیث کی بالکل صحیح ہے۔

(۵) تفہیم القرآن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں، سند کے قوی اور قابل اعتماد ہونے کے باوجود بہت سے اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہوتا ہے (ج ۳/۱۶۷ الانبیاء حاشیہ نمبر ۶۰)

(۶) مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں انہیں اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اسکی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی علیہ السلام نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی۔ حطرح نقل ہوئی ہے (تفہیم القرآن ج ۴/۳۳۳ سورہ ص حاشیہ ۳۶)

لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے، ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے، (رسائل مسائل از مولانا مودودیؒ ۱۹۱)

یہ تو چند مثالیں بخاری شریف سے نقل کی گئی ہیں دیکھو سند سب کی صحیح ہے لیکن ہر ایک کا متن و مضمون صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح بعض احادیث کی سند ضعیف ہو سکتی ہے انکے راویوں پر سخت جرح کی گئی ہے لیکن مضمون انکا صحیح ہے اور لوگوں کا ان پر عمل ہے اسکی بہت سی مثالیں ترمذی شریف میں موجود ہیں۔ کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن صحابہ کا اس پر عمل ہے کیا صحابہ ضعیف حدیث پر عمل کرتے تھے؟

کیا ان کے زمانے میں ضعیف حدیثیں تھیں؟ جواب یہ ہے کہ صحابہ کا عمل صحیح حدیث پر تھا البتہ بعد کے محدث کے پاس یہ حدیث صحیح سند سے نہیں پہنچی۔

یہی حال بیس رکعت تراویح کا ہے حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ کے پاس وہ حدیث صحیح سند کے ساتھ پہنچی البتہ بعد کے لوگوں کے پاس وہ ضعیف سند کیساتھ پہنچی اگر صحابہ کے پاس وہ صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچتی تو صحابہ اس پر عمل و اتفاق نہ کرتے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے۔

فانہ قد ثبت ان ابی ابن کعب کان  
يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان  
ويوتر بثلاث فرأى كثير من العلماء  
ان ذالك هو السنة لانه قام بين  
المهاجرين والانصار ولم  
ينكرهم نكر (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳/۱۱۲)

تحقیق سے یہ ثابت ہوئی ہے کہ حضرت ابی ابن  
کعب صحابہ کورمضان میں بیس رکعت تراویح  
اور تین وتر پڑھاتے تھے تو جمہور علماء نے مان  
لیا (یعنی جمہور علماء کا مسلک یہ ہے) کہ یہی  
سنت ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے  
مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں بیس رکعتیں  
پڑھائی اور کسی بھی صحابی نے اس پر تکیہ نہ کی۔

**اہم فائدہ :** مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ممکن ہے ایک حدیث ائمہ اربعہؓ حاصل  
طور پر امام ابوحنیفہؒ کے پاس صحیح سند کے ساتھ پہنچی ہو لیکن بعد کے محدثین کے پاس وہی حدیث ضعیف  
سند کے ساتھ پہنچی ہو کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے بعد سند میں کوئی ضعیف راوی آگیا اب اگر بعد میں آنے  
والا کوئی محدث اسکو ضعیف کہے تو اسکا قول حضرت امام ابوحنیفہؒ پر حجت نہ ہوگا اسکے لئے ائمہ مجتہدین  
اور محدثین کی تاریخ پیدائش کو سامنے رکھنا ضروری ہے مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ  
، امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش ۱۹۴ھ، امام مسلمؒ کی تاریخ پیدائش ۲۰۴ھ، امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ، امام  
ابوداؤدؒ ۲۰۲ھ، امام نسائیؒ ۲۱۴ھ، امام ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ، غرض امام بخاریؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے  
ایک سو چودہ سال بعد پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کی تدوین صحاح ستہ کے مصنفین کی پیدائش سے  
بہت پہلے ہو چکی تھی۔

## ☆ حافظ ابن صلاح کا ارشاد

(۱) حافظ ابن صلاح حدیث اور اصول حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے (دیکھئے ثبوتہ الفکر ص ۴) انہوں نے  
مقدمہ میں لکھا کہ جب ہم کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ نفس الامر میں بھی  
یقیناً صحیح ہو بلکہ اسکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں صحیح کی وہ فی شرائط موجود ہیں جو محدثین نے صحیح کے لئے مقرر کی

ہیں لہذا ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہوگی اسلئے نفس الامر کی صحت کا یقین تو اتر کے بغیر نہیں  
ہوتا لہذا صحیح میں بھی یہ احتمال موجود ہے (۱) کہ نفس الامر کی طور پر کوئی غلطی رہ گئی ہو کیونکہ خطا و نسیان ثقہ سے بھی  
ممکن ہے اور اسکا امکان ہے کہ کسی راوی سے کوئی وہم ہوا ہو (مقدمہ درس ترمذی ص ۸۳)

(۲) شیخ ابن الہمام فتح القدر میں لکھتے ہیں فان وصف الحسن والصحيح والضعيف  
انما هو باعتبار السند ظنا اما في الواقع فيجوز غلطا الصحيح وصحة الضعيف  
(فتح القدر باب النوافل) کیونکہ کسی حدیث کو حسن صحیح اور ضعیف کہنا سند کے پیش نظر غلبہ ظن کی وجہ سے ہوتا ہے  
کیونکہ واقع کے اعتبار سے ممکن ہے کہ جسے صحیح کہا گیا ہو وہ ضعیف ہو اور جس سے ضعیف کہا گیا ہو وہ صحیح ہو۔

**خامساً:** محدثین رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن صحابہ  
، تابعین علماء امت کا اس پر عمل ہے تو وہ حدیث ضعیف سے نکل کر درجہ صحت میں داخل ہوتی ہے (فیض الباری  
جلد ۳/۴۰۹) (الکفایۃ لطیب بغدادیؒ ۱۷۱) ہم محدثین کے اس اصول کو چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

## چند مثالیں

(۱) القاتل لایوث (ترمذی ج ۳/۳۱۲) قاتل وارث نہ ہوگا یعنی اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرے گا (نعوذ باللہ)  
تو باپ کی میراث اس قاتل سے نہیں ملے گی اس حدیث کے متعلق حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں  
هذا حديث لا يصح یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور قرآن کی آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم  
للذکر مثل حظ الانثیین کے بھی بظاہر خلاف ہے لیکن اسکے باوجود امام ترمذیؒ فرماتے  
ہیں والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم یعنی علماء کا اسی پر عمل ہے۔

(۲) طلاق الامة تطیقسان وعدتها حیضتان (ترمذی شریف ج ۱/۲۲۴) باندی کی طلاق  
دو ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں یہ حدیث ضعیف ہے لیکن امام ترمذیؒ فرماتے ہیں والعمل علیٰ  
هذا عند اهل العلم یعنی علماء کا اسی پر عمل ہے۔

(۳) حضرت امام ترمذیؒ نے عنوان قائم فرمایا باب ماجاء لانکاح آلا بیئہ گواہوں کے بغیر نکاح

نہیں اسکے تحت امام ترمذیؒ جو حدیث لائے ہیں اسکے بارے میں فرماتے ہیں ہذا حدیث غیر محفوظ کہ یہ سنداً محفوظ نہیں ہے لیکن پھر لکھتے ہیں اس پر صحابہ وغیرہ اہل علم کا عمل ہے۔ ترمذی جلد ۲۰۹/۱

(۴) ایک مسلمان چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا ہے اسکو ثابت کرنے کے لئے حضرت امام ترمذیؒ جو حدیث غیلان بن سلمہ کی لائے ہیں وہ ضعیف ہے لیکن امام ترمذیؒ فرماتے ہیں والعمل علی حدیث غیلان بن سلمہ عند اصحابنا اور غیلان کی حدیث ہمارے اصحاب کا عمل ہے۔ ترمذی باب ماجاء فی الرجل یسلم وعنده عشر نسوة (جلد ۱ ص ۲۱۴)

(۵) حضرت زینب آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہے جو مسلمان تھی اور انکے شوہر ابوالعاص کافر تھے چھ سال کے بعد جب وہ مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ ابوالعاص کو دے دی اب احادیث مختلف ہیں جو حدیث سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی ہے اس میں یہ ہے کہ نہ نیا نکاح پڑھا گیا نہ نیا مہر ہوا سابقہ نکاح پر ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کو انکے حوالہ کر دیا لیکن اس روایت پر کسی کا عمل نہیں ہے لیکن دوسری روایت (جسکی سند کمزور ہے) میں ہے کہ نیا مہر بھی مقرر ہوا۔ اور نکاح بھی پڑھا گیا اس پر پوری امت کا عمل ہے (ترمذی شریف باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدهما جلد ۱ ص ۲۱۷)

(۶) اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو قتل کرے تو باپ کو اولاد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائیگا لا یقیض الابن من ابیه۔ ترمذی باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنه یقاد منه ام لا۔ اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ویس اسنادہ صحیح اسکی سند صحیح نہیں ہے اور قرآن کے حکم کتب علیکم القصاص فی القتلی کے بھی بظاہر خلاف ہے لیکن حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں والعمل علی هذا عند اهل العلم اس پر اہل علم کا عمل ہے (ترمذی جلد ۲۵۹/۱)

ترمذی شریف میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ملیں گے ہم نے نمونہ کے لئے چند احادیث کو پیش کیا ان سے دو چیزیں ثابت ہوتیں (۱) اگر کسی حدیث کی سند ضعیف ہو تو ضروری نہیں ہے کہ اسکا مضمون بھی غلط ہے یا اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سند کے ضعیف ہونے کے باوجود اسکا مضمون صحیح ہوتا ہے اور صحابہؓ

اور امت کا ان پر عمل ہوتا ہے (۲) جس حدیث کی سند ضعیف ہو اگر امت کا اس پر عمل ہو (مؤید بالتعال ہو) تو وہ حدیث صحت کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے اس تفصیل کے بعد یہ سمجھنا بالکل آسان ہے کہ بیس رکعت تراویح والی حدیث کی سند اگر کمزور ہی تسلیم کیا جائے تب بھی صحابہؓ اور امت کے عمل کرنے کی وجہ سے وہ بڑی حجت و دلیل ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں واكثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرين رکعة (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶) اکثر اہل علم کا وہی مسلک ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

علماء کے اس قول ”کہ احادیث مبارکہ تلقی بالقبول و تائید بالتعال سے قابل استدلال بن جاتی ہیں“ کو واضح کرنے کے لئے اتنی تفصیل ذکر کی گئی ہے یہی بات (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں اتفاق سلف و توارث ایشنان اصل عظیم است در فقہ یعنی سلف کا اتفاق اور انکا توارث فقہ کی اصل عظیم ہے (۲) بحر العلوم لکھتے ہیں بخاری و مسلم کی اخباراً احاد مفید علم ہیں اسکے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وتلقى العلماء لکتابیہما بالقبول. وهذا التلقي وحده اقوی فی افادة العلم من معرود کثره الطرق القاصره عن التواتر (نزہۃ صفحہ ۱۹) علماء کا ان کی کتابوں کو شرف قبولیت سے نوازنا ہے۔ مفید علم ہونے میں تنہا یہ مقبولیت ان بہت سی سندوں سے زیادہ طاقتور ہے جو حد تو اتر کو نہ پہنچی ہوں۔

## ☆ علامہ ادریسؒ نے اسکو صحیح کہا ہے

شارح مشکوٰۃ علامہ ادریسؒ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہم اختصار کی بنا پر صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لو جو حدیث حضرت ابن عباسؓ نے بیس رکعت کے متعلق روایت کی ہے اور جسکو کاتبہ حدیث نے ضعیف کہا وہ حدیث اس بندہ عاجز کے نزدیک اس اصول کی بنا پر صحیح ہے جسکو علامہ سیوطیؒ نے (اپنی کتاب) تدریب میں ذکر کیا ہے کہ بعض محدثین حدیث کو صحیح تسلیم کر لیتے ہیں جبکہ لوگوں نے اسکو قبول کیا ہوا اگرچہ اسکی کوئی صحیح سند نہ ہو اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے استدکار کے اندر ترمذیؒ سے امام بخاریؒ کا یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد کہ بخاری نے حدیث البحر ہو طہور ماء کو صحیح بتایا ہے باوجودیکہ محدثین اس قسم کی

سند کو صحیح تسلیم نہیں فرماتے لیکن یہ حدیث میرے نزدیک علماء کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہے اور علامہ ابن البراءؒ اپنی کتاب تمہید میں لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ دینار چوبیس قراط کا ہوتا ہے اسکے بعد علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں علماء کی ایک جماعت کے قائل ہو جانے اور لوگوں کے اس روایت کے مضمون پر اجماع کر لینے کے بعد اسکی سند کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح کا قول عبداللہ بن مبارکؒ اور استاذ ابوالفتح اسفہانیؒ سے بھی منقول ہے (انتہی) پس جب حدیث علماء اور صالحین کے قبول کر لینے سے صحیح ہو سکتی ہے تو خلفاء راشدین اور جملہ صحابہ کرامؓ اور تابعین جمہور امت اور ائمہ مجتہدین کے قبول کر لینے سے کیوں صحیح نہ ہوگی (جبکہ ایک حدیث میں اسکے متعلق ہے) کہ جس بات کو (یہ) مومنین پسند فرمائیں وہ چیز خدا کے نزدیک پسند ہی ہے بنا پر یہی حضرت ابن عباسؓ کی بیس والی روایت جسکو خلفاء راشدین اور مہاجرین و انصار میں سابقین و اولین نے قبول کر لیا ہے اور تمام ممالک اور جملہ بلاد مسلمین میں جس پر امر مستقر ہو چکا ہے وہ حدیث الحرمہ سے زیادہ صحیح ہونے کے مستحق ہے اور حدیث دینار سے حسن کہلانے کے زیادہ حقدار ہے۔ (التعلیق الصغیر شرح مشکوٰۃ المصابیح ۱۰۵/۲)

### ☆ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی متعلق لکھا ہے

حضرت شاہ صاحبؒ امام بیہقیؒ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس روایت کو بہت زیادہ ضعیف دکھانے کی کوشش کی ہے جسکی وجہ امام بیہقیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اسکا ایک راوی امام ابو بکر بن شیبہ کا دادا (ابراہیم بن عثمان) ابوشیبہ ہے حالانکہ اسکے اندر اتنا ضعف نہیں پایا جاتا ہے کہ اسکی روایت کو بالکل مردود سمجھا جائے البتہ اگر اسکے خلاف کوئی صحیح حدیث ہوتی تو یہ روایت ساقط ہو جاتی (لیکن یہ صورت نہیں ہے) اور وہ جو مردی ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہ پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی اور اسکو صحابہ کرامؓ صلوٰۃ اللیل کہا کرتے تھے لیکن تراویح تو اسکے علاوہ ایک الگ نماز ہے جو صحابہ کے عرف میں قیام رمضان کے نام سے مشہور تھی جیسا کہ اس بات کی دلیل مسلم کی روایت میں موجود ہے کہ حضور علیہ السلام (رمضان

یا اسکے آخری عشرہ میں) زیادہ عبادت کرتے تھے اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ جو وہم کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ابوسلمہؒ کی اس حدیث کے معارض ہے جسکا تذکرہ پہلے آچکا ہے درحقیقت یہ اسکے معارض نہیں ہے (کیونکہ ایک میں تراویح کا تذکرہ ہے اور دوسری میں بارہ مہینہ پڑھی جانے والی نماز تہجد کا ذکر ہے) تو یہ حدیث معارض سے سالم رہی مزید برآں عمل صحابہ سے مؤند ہے۔

### ☆ علامہ بحر العلومؒ لکھتے ہیں

ومواظبة الصحابة على عشرين قرينة صحة هذه الرواية (رسائل الارکان ۱۳۸)  
حضرت صحابہؓ بیس رکعت پر مواظبت کرنا اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے

### ☆ یزید بن رومانؒ کی حدیث میں انقطاع

صفحہ ۲۶ پر ہم نے یزید بن رومانؒ کی روایت نقل کی تھی کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ تیس رکعتیں پڑھتے تھے بیس تراویح اور تین وتر۔ اس پر بعض حضرات کا اعتراض ہے کہ یزید بن رومانؒ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا اسلئے اسکی سند میں انقطاع ہے۔

ہم اسکے جوابات کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے۔

اولاً (۱) یہ حدیث سنن کبریٰ وغیرہ کے علاوہ موطا مالکؒ میں بھی جسکے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الا فقد اتصل السند بہ من طرق اخری (حجتہ البالغین ۱/۳۷۷) اس میں کوئی حدیث مرسل یا منقطع ایسی نہیں ہے کہ دوسرے طریقوں سے اسکی سند متصل نہ ہو یعنی اگر موطا مالکؒ میں کوئی حدیث مرسل ہے یا منقطع ہے یعنی کوئی راوی چھوٹ گیا ہو تو دوسری سندوں میں محدثین نے اسکو متصل بیان کیا ہے یعنی چھوٹے ہوئے راوی کو بیان کیا ہے۔

تعلیقات بخاری وغیرہ کے بارے میں تو محدثین لکھتے ہیں فماتسى فیہ بالجزم دل علی انه ثبت اسنادہ (نخبۃ الفکر ۴۹) جس حدیث معلق کو یہ حضرت اعتماد کے ساتھ ذکر کریں گے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسکی سند ثابت موجود ہے۔ خود بخاریؒ میں ایسی سندیں ہیں جن میں راوی و مروی عنہ (استاد شاگرد) کا زمانہ ایک نہیں ہے۔

(۱) قال ابن شہاب وکان رسول اللہ ﷺ یقول آمین۔ ابن شہاب نے کہا کہ حضور ﷺ آمین کہتے تھے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۸) یہ مرسل ہے ابن شہاب کی حضور علیہ السلام سے ملاقات ہی نہیں وہ اس زمانے میں تھے بھی نہیں۔

(۲) سمعت انس بن مالک میں نے انس بن مالک سے سنا وہ معراج یحدثنا عن ليلة اسرى بالنبي من مسجد الكعبة جاء ثلثة نفر قبل ان يوحى اليه وهو نائم في المسجد الحرام (بخاری ج ۱ ص ۵۰۴) میں نے انس بن مالک سے سنا وہ معراج کا واقعہ بیان کرتے تھے جس شب آنحضرت ﷺ کعبہ کی مسجد لئے گئے یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اس وقت آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے۔

کیا وحی و نبوت ملنے سے پہلے معراج کا واقعہ پیش آیا ہے کیا حضرت انسؓ اس وقت موجود تھے؟

(۳) قال ابن عباسؓ سمعت ابي يقول في الجاهلية اسقنا كاساً دهاقا (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۴۱) حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے ابا کو اسقنا كاساً دهاقاً (ہم کو چھلکتا ہوا جام شراب پلاؤ

( کے الفاظ کہتے ہوئے سنا

حالانکہ ابن عباسؓ نے جاہلیت کا زمانہ نہیں پایا وہ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ اسمیں یقیناً کوئی راوی بیچ میں چھوٹا ہے یا کوئی اور تاویل کرنی پڑے گی لیکن جو تاویل بھی کریں گے وہ دلیل کی محتاج ہوگی۔

(۴) عن ابن عباسؓ قال ان اول قسامة كانت في الجاهلية لفينا بني هاشم (بخاری جلد ۱ ص ۵۴۳) حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ پہلی قسامت جو جاہلیت میں ہوئی وہ ہم یعنی بنو ہاشم میں ہوئی۔

حضرت ابن عباسؓ اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے یقیناً انہوں نے کسی اور شخص سے یہ واقعہ سنا ہو جس کا ذکر یہاں نہیں ہے۔

(۵) عن انس بن مالک ان اهل مكة سالو رسول الله ان يريهم اية فاراهم القمر شقين (بخاری ج ۱ ص ۵۴۶) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کوئی نشانی ”معجزہ“ مانگا آپ نے انکو چاند کے دو ٹکڑے ہونا دکھلایا۔

(۶) عن عبد الله بن عباسؓ ان القمر انشق على زمان رسول الله (بخاری جلد ۱ ص ۵۴۶) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ چاند آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پٹھا

شق قمر کے موقعہ پر حضرت انسؓ موجود نہ تھے یقیناً کسی اور سے سنا وہ بیان کرتے ہیں اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بھی یہ واقعہ خود نہیں دیکھا کسی سے سنا ہی بیان کیا۔

کیا اس قسم کی احادیث کو کوئی شخص اس لئے چھوڑ دے گا کہ انہیں واقعہ بیان کرنے والا خود موجود نہ تھا۔ اسی طرح یزید بن رومان نے اگر حضرت عمرؓ کا زمانہ نہ پایا تو روایت غیر معتبر نہ ٹھہرے گی نیز بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دیگر سندوں میں اتصال موجود ہے۔

**فائدہ:** صحابیؓ نے خواہ کوئی حدیث آپ ﷺ سے براہ راست سنی ہو یا کسی صحابی کے واسطے سے بہر حال وہ مرفوع ہوگی کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل و ثقہ ہیں۔

**ثانیاً:** اصول حدیث کی روشنی میں ہم اس اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں کہ حدیث مرسل سے استدلال درست ہے یا نہیں؟ اسمیں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک مرسل روایت قبول ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک کہ جب کسی مرسل کی تائید کسی دوسرے مرسل یا مسند سے ہوتی ہے تو وہ مقبول ہے (مختار المفکر ۵۱) اور ہم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ سے ۲۷ تک بہت سی مرسل روایتیں نقل کی ہیں جو یزید بن رومان کی مرسل کی تائید کرتی ہیں یعنی حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً قبول ہے اس لئے ان کے نزدیک اس کا مرسل ہونا کچھ بھی نقصان دہ نہیں ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مرسل کی تائید دیگر ایک ہی مرسل روایت کریں تو اس کے نزدیک بھی وہ قابل استدلال ہوگی۔ (مقدمہ شیخ عبدالحق ص ۴)

یہاں ایک ہی نہیں بلکہ پانچ مرسل روایات اسکی تائید کر رہی ہیں اسلئے اس مرسل روایت کا حجت و قابل استدلال ہونا متفق علیہ ہے اور یہ تمام محدثین کے نزدیک ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ غیر مقلدین کے علماء بھی اسکے قائل ہیں مولانا وحید الزماں مشہور غیر مقلد عالم لکھتے ہیں حضرت عمرؓ سے بسند صحیح بیس رکعت پڑھنا منقول ہے (تیسر الباری ج ۳/ ۱۳۷)

## ☆ رسالہ تراویح سے چند اقتباسات

غیر مقلدین کے ایک عالم مفتی محمد حسین بٹالوی نے ایک مرتبہ ایک فتویٰ صادر فرمایا کہ بیس رکعت تراویح کا کوئی ثبوت نہیں اور بیس رکعت تراویح ادا کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی اسکی وجہ سے فتنہ برپا ہوا تو غیر مقلدین ہی کے دوسرے بڑے عالم مولانا غلام رسول صاحب ضلع گوجرانوالہ (جکوشیخ اکل نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے) نے مفتی محمد حسین بٹالوی کے اس فتویٰ کا علمی اور تحقیقی طور پر رد کیا ہے اور اس بے بنیاد فتویٰ کی دھجیاں فضاء آسمان میں بکھیر کر رکھ دی ہیں اور ایک رسالہ رسالہ تراویح کے نام سے فارسی میں تحریر کیا ہم اس سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں شاید غلو پسند طبیعت والوں کے لئے کچھ سامان عبرت ہو بیس رکعت کی کیا دلیل ہے اسکے بارے میں لکھتے ہیں

(۱) متمسکہ مادرین باب اول احادیث نبویہ است کہ در فضائل عمل بر آئنا مجمع علیہ است ثانیاً فعل صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ و فعل سواد اعظم مسلمین شرقاً و غرباً از عہد فاروق اعظم تا اب وقت ہمہ بست و سہ میخواند بخلاف ابن مفتی غالی کہ بدعت و مخالف سنت میگوید و راہ افراط پوید -

اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا جماعی امر ہے اور دوسری دلیل حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اور ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت فاروق اعظمؓ کے دور سے اسوقت تک مشرق و مغرب میں وہ تیس رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس غالی مفتی (محمد حسین بٹالوی) کے کہ وہ اسکو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ پر چلتا ہے۔

**فائدہ:** مولانا غلام رسول غیر مقلد کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت ۱۲۹۰ھ تک اتفاق سے بیس رکعتیں تراویح پڑھتی تھی کیونکہ انہوں نے یہ کتاب ۱۲۹۰ھ میں لکھی تھی گویا پوری امت واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (اللہ کی رسی کو تم تمام لوگ مضبوطی سے پکڑے رہو اور متفرق نہ ہو) پر عامل تھی اور لا تفرق جمع امتی علی ضلالتہ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی) کی مصداق تھی سب سے پہلے غیر مقلدین نے ہی اس اتحاد کو پاش پاش کیا اور ماضل قوم بعد ہدیٰ کانوا علیہ الا تو الجدل (ہدایت پر ہونے کے بعد کوئی قوم اسی وقت گمراہ ہوئی جب اس نے جھگڑا کیا) کے مصداق بن گئے۔

(۲) کیا بیس رکعت پڑھنے سے آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل ہوگا اسکے جواب میں لکھتے ہیں

لہذا روایتے چند از ثقات نقل کردہ شود کہ سنت آنحضرت ﷺ ادامی شود و سنت خلفاء راشدین نیز مع زیارت اجر لہذا ائمہ راویوں سے چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں کہ (بیس رکعت ادا کرنے سے) آنحضرت ﷺ کی سنت بھی ادا ہو جاتی ہے اور حضرت خلفاء راشدین کی سنت بھی اور اسمیں اجر و ثواب بھی زیادہ ہے۔

(۳) اس اعتراض کے جواب میں (کہ بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے) لکھتے ہیں

خود مفتی مقرر است کہ احادیث ضعیفہ دریں باب موجود اند نہ کہ موضوعہ وجواز عمل بر حدیث ضعیفہ مجمع علیہ ائمہ اسلام است در فضائل بلکہ متعدد طرق بمرتبہ حسن میرسد

مفتی (محمد حسین) خود اقرار کرتا ہے کہ ضعیف حدیثیں اس باب میں موجود ہیں نہ کہ موضوع اور جعلی اور ائمہ اسلام کا فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا اتفاقی اور اجتماعی امر ہے بلکہ تعدد طرق کی وجہ سے ایسی روایتیں حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

(۴) اس اعتراض کا جواب (کہ یزید بن رومان کی حدیث میں انقطاع ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہ پایا) یہ دیتے ہیں حدیث یزید بن رومان ہر چند منقطع نوشتہ اند اما نزد حنفیہ و مالک حجت قرار دادہ۔ حدیث یزید بن رومان کو اگرچہ منقطع لکھا گیا ہے مگر وہ حنفیوں



اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے۔

(۵) حضرت سائب بن یزید سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں گیارہ رکعت کا تذکرہ ایک میں تیس کا ذکر ہے ہے کس پر عمل ہوگا اسکے جواب میں لکھتے ہیں۔

جوابش خود صاحب محلی از بیہقی قلمے فرمودہ ولاینا فیہ الروایۃ السابقة فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرين فروی البیہقی باسناد صحیح انہم یقومون فی عہد عمر وعثمان وعلی مثله۔

اسکا جواب خود صاحب محلی نے یہی قلم سے نقل کیا ہے کہ وہ پہلی روایت (گیارہ والی) اس (بیس والی) کے متنافی نہیں ہے کیونکہ پہلے گیارہ پر عمل ہوا پھر معاملہ بیس پر مقرر ہوا جیسا کہ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بیس ہی پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** حضرت امام بیہقی کی ان دونوں حدیثوں کی تطبیق کے لئے اصل عبارت یوں ہے ویمكن الجمع بین الروایتین فانہم كانوا یقومون باحدی عشرة ثم كانوا یقومون بعشرين ویوترون بثلاث (ج ۲/۶۹۹) اور ان دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ وہ پہلے دور میں گیارہ پڑھتے تھے پھر بیس تراویح ادا کرتے تھے اور تین وتر۔

(۶) یزید بن رومان کی حدیث میں انقطاع ہے اسکے جواب میں لکھتے ہیں۔

جوابش آنست کہ ولی اللہ دہلوی درجۃ اللہ البالغۃ می فرماید باتفاق اہل حدیث جمیع احادیث موطا صحیح است منقطع ومرسل درموطانیست فالطبقة الاولى منحصرة فی ثلاثة کتب المؤطا وصحیح البخاری وصحیح مسلم قال الشافعی اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطا مالک واتفق اہل الحدیث علی ان جمیع مافیہ صحیح علی رای مالک ومن وافقه واما علی رای غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع وقد اتصل السند بہ من طرق أخرى فلا جرم انها صحیحة من ہذا الوجه وقد صنف فی زمان مالک مؤلات کثیرة فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی زنب

وابن عیینہ والثوری ومعمرو غیرہم ممن یشارک مالکا فی الشیوخ

اسکا جواب یہ کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں فرمایا ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ موطا کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ موطا میں منقطع اور مرسل روایتیں نہیں ہیں پس پہلا طبقہ تین کتابوں میں منحصر ہے موطا صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب موطا امام مالک ہے اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ موطا میں ہے وہ حضرت امام مالک اور جو ان سے اتفاق کرتے ہیں ان کے رائے کے موافق صحیح ہے رہے دوسرے حضرات تو ان کے نزدیک بھی موطا میں کوئی مرسل اور منقطع روایت ایسی نہیں ہے جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہو چکا ہو لہذا اس لحاظ سے بھی یقیناً وہ صحیح ہیں اور امام مالک کے زمانے میں بہت سی کتابیں موطا کے نام سے تصنیف کی گئی جن میں موطا کی احادیث کی تخریج کی گئی اور اسکی منقطع روایات کی متصل سندیں بیان کی گئیں جیسے ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، اور معمر وغیرہ کی کتابیں جو امام مالک کے ساتھ انکے اساتذہ میں شریک تھے۔

(۷) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں بعض لوگ گیارہ رکعت پڑھتے تھے اسکے بارے میں لکھتے ہیں۔  
ودر ما ثبت بالسنة عبدالحق محدث دہلویؒ فرمودہ فی زمان عمر بن عبدالعزیزؒ یصلون باحدی عشرة رکعة قصد التشبه برسول اللہ ﷺ والذي استقر الامر علیہ واشتہر من الصحابة والتابعین ومن بعدهم هو العشرون وماروی انها ثلاث وعشرون فلحساب الوتر معها

اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب ما ثبت بالسنة میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں بعض سلف گیارہ پڑھتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کے عمل سے مشابہت پیدا کریں لیکن جس معاملہ پر بات ٹھہر چکی تھی اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین اور ان کے بعد والوں سے مشہور ہو چکی ہے وہ بیس ہی رکعت ہیں اور جس روایت میں تیس کا ذکر ہے اس میں تین وٹروں کو ساتھ ملا کر حساب کیا گیا ہے۔

(۸) **فائدہ:** حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں بعض سلف گیارہ پڑھتے تھے اسکی وضاحت کتاب کے حاشیہ میں اس طرح درج ہے۔



ہیں۔ (۳) ثالثی قرأت کو انہوں نے بدل دیا حالانکہ سلف صالحین لاطھیوں پر نیک لگایا کرتے تھے۔  
 (۴) رابعاً حدیث میں چار چار اور تین تین وارد ہوا ہے اور یہ دودو اور ایک وتر پڑھتے ہیں اور تین وتر کو جو اس حدیث سے ثابت ہے ضعیف کہتے ہیں پس آدھی حدیث تو ان کے نزدیک قابل عمل ہے اور آدھی ضعیف اور متروک العمل ہے اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو تین وتر پڑھے ہیں آپ دو پر سلام پھیرتے تھے حالانکہ شرح مسلم و سفر سعادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر آپ ﷺ نے بھی ایک اور بھی پانچ اور بھی اسکے علاوہ بھی پڑھے ہیں اور لکھا ہے کہ آپ ﷺ سورہ اعلیٰ، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کی قرأت کرتے تھے (۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ کیوں پڑھتے ہیں جبکہ آنحضرت ﷺ نے چندوں کے بعد جماعت ترک کر دی تھی اور فرمایا فضیلت تنہائی میں پڑھنے میں ہے اور (۶) چھٹی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سونے کے بعد یہ نماز پڑھتے تھے اور یہ لوگ سونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں پس اتنے تغیرات کو یہ مخالف سنت نہیں سمجھتے، بس صرف بیس کے عدد کو معتبر سنت قرار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو انصاف سے کام لے اور تعصب نہ کرے۔

## ☆ مولانا محمد داؤد راز غیر مقلد عالم کی عبارات کا تجزیہ

مولانا محمد داؤد راز غیر مقلدین کے معروف عالم ہیں انہوں نے بخاری شریف کا ترجمہ و تشریح کی ہے جو آٹھ جلدوں میں شائع شدہ ہے انہوں نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے البتہ مختلف علماء کی کتابوں سے صرف اپنے مطلب کی بات نقل کرتے ہیں اکثر باتیں وہ مولانا وحید الزماں کی تیسر الباری سے نقل کرتے ہیں جو نو جلدوں میں شائع شدہ ہے چنانچہ مولانا داؤد راز لکھتے ہیں۔ تشریحات کے ماخذ کتب شروح عربی و فارسی اور اردو ہیں خاص طور پر مولانا وحید الزماں کے ترجمہ و حواشی کو زیادہ سامنے رکھا گیا ہے۔ (ج ۸ ص ۶۵۰)

مولانا وحید الزماں صاحب بھی غیر مقلد ہیں چنانچہ غیر مقلدین کے عالم ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں ”برصغیر علماء میں ان (وحید الزماں) کا شمار ہوتا ہے پہلے متعصب حنفی تھے پھر تحقیق کے بعد تقلید کا زور ٹوٹ گیا۔ تو کتاب و سنت کی تابعداری کا شوق بڑھ گیا البتہ ان کے بعض تفردات سے شیعہ عقائد کے ساتھ ہم

آہنگی کی بناء پر اکابر علماء اہلحدیث نے بے زاری کا اظہار کیا ہے (پاک و ہند میں علماء اہلحدیث کی خدمات حدیث ۹۶) لیکن مولانا داؤد راز نے کثرت سے اپنی کتاب میں انکی عبارات نقل کی ہیں۔ اکابر نے بے زاری اور لاطقی کا اظہار کیا ہے لیکن مولانا داؤد راز نے تعلق کا اظہار کیا اور پھر پورا اعتماد بھی کیا۔ مولانا داؤد راز نے تراویح کے متعلق اگرچہ مختلف جگہ لکھا ہے لیکن دو جگہ ذرا تفصیل سے لکھا ہے جلد دوم ۲۵۳ تا ۲۵۷، جلد سوم ۲۲۲ تا ۲۲۳ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی عبارات کا تجزیہ کیا۔

(۱) وہ لکھتے ہیں پس سنت نبوی صرف آٹھ رکعت تراویح اس طرح کل گیارہ رکعت ادا کرنی ثابت ہے (جلد ۲/۲۵۳) دوسری جگہ لکھتے ہیں آپ رمضان ہو یا غیر رمضان تراویح یا تہجد گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے جنہیں آٹھ نفل نماز اور تین وتر شامل ہوتے تھے (ج ۱/۷۵) تجزیہ: (۱) خط کشیدہ عبارت پر غور کریں ایک جگہ آٹھ کو سنت نبوی اور دوسری جگہ نفل نماز لکھتے ہیں حالانکہ سنت اور نفل میں فرق ہے یہ ہر ایک کو معلوم ہے۔

## ☆ حضرت ابن عباس والی حدیث

(۲) محترم داؤد صاحب نے ج ۱۲ ص ۱۲۸ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث نقل کی ہے اس کا ترجمہ انہی کے الفاظ میں درج ہے پھر آپ نے دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، پھر دو رکعت پڑھی، پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر آپ لیٹ گئے۔ ج ۱۲ ص ۱۲۸

☆ تجزیہ: مولانا داؤد راز صاحب اکثر حدیث کا ترجمہ بھی غلط اور اپنے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اسلئے پہلے ذرا ترجمہ کے لئے خط کشیدہ الفاظ دیکھیں سب بارہ رکعتیں مولانا نے یہ ترجمہ حدیث کے کس لفظ کا کیا ہے؟ پھر ایک رکعت وتر یہ ترجمہ کس کا ہے ایک رکعت کہاں سے لائے؟ مولانا کی خیانت یہ ہے کہ اپنے بڑھائے ہوئے الفاظ کو اس طرح نقل کیا گویا وہ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے حالانکہ امتیاز کے لئے کم از کم کوئی نشانی مثلاً (وغیرہ لکھنا ضروری ہے تاکہ وہ کو نہ نسلگ سکے۔

(۳) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں یہ نماز تہجد کی تھی آپ نے دو دو کر کے بارہ رکعت کی تکمیل فرمائی ج ۱۲ ص ۱۲۸۔

☆ **تجزیہ** یہاں تہجد بارہ ہوگئی جبکہ ج ۱/۵ میں لکھا کہ آٹھ رکعت نفل ہیں اور جلد ۲/۲۵۳ میں کہ سنت نبوی صرف آٹھ رکعت تراویح ہیں ایک حدیث میں چار رکعت بڑھ گئی ان چاروں کے بڑھ جانے کے بعد بھی تہجد تراویح آٹھ رہ گئی اگر تراویح و تہجد ایک ہی نماز ہے تو غیر مقلدین اس بارہ ۱۲ والی حدیث پر کیوں عمل نہیں کرتے ہیں۔

(۴) پھر آگے مولانا لکھتے ہیں پھر ایک رکعت وتر پڑھا ج ۲/۱۴۸۔

☆ **تجزیہ** : یہ ترجمہ تو انہوں نے غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ پھر آپ نے وتر پڑھا رکعت کی تعداد یہاں درج نہیں ہے لیکن مولانا نے ایک رکعت خود ہی لکھا: حالانکہ جلد ۱/۵ میں لکھا ہے آٹھ رکعت نفل اور تین وتر شامل ہوئے تھے۔ جلد ۲/۲۵۳ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کا یہ ترجمہ کرتے ہیں پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ جلد ۳/۲۴۱ میں لکھتے ہیں آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ جلد ۵/۷۰ میں لکھتے ہیں پھر آپ تین وتر پڑھتے تھے۔

☆ **تجزیہ** : مولانا اسکا کیا جواب دینگے اور ان متضاد باتوں کو کیسے حل کریں گے غرض اگر مولانا حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا ترجمہ صرف یہ کرتے کہ پھر آپ نے وتر پڑھا اور ایک رکعت اپنی طرف نہ بڑھا دیتے تو اب بات یہ بن جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بارہ رکعت پڑھی پھر وتر ایک مان لینگے تو کل تیرہ رکعتیں ہوئیں اور اگر وتر تین مان لیں گے تو پھر کل رکعتیں پندرہ ہوئیں اب مولانا داؤد صاحب کا یہ کہنا تو غلط ثابت ہوا کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان تراویح یا تہجد گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے۔ ج ۵/۷۰ پھر مولانا داؤد جلد ۱/۳۲۸ میں لکھتے ہیں وضو کر کے تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھیں۔ یہاں مولانا نے صاف لکھا ہے کہ تہجد کی بارہ رکعتیں حضور علیہ السلام نے پڑھیں۔ مولانا داؤد صاحب ج ۲/۲۸۹ میں لکھتے ہیں آپ کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے۔ پھر مولانا داؤد صاحب جلد ۶/۱۳۳۶ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کرتے ہیں اسمیں گیارہ رکعت کا تذکرہ ہے اسکی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں یہی گیارہ رکعتیں رمضان میں لفظ تراویح کے ساتھ موسوم ہوئیں پس تراویح کی یہی گیارہ رکعات سنت نبوی ہیں لیکن تعجب ہے اگلے صفحات جلد ۶/۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں وتر کے علاوہ

بارہ رکعات کا ذکر ہے لیکن مولانا نے اس پر کوئی نوٹ نہیں لکھا ہے اسی کو ہم نے کہا تھا کہ مولانا اپنے مطلب کی بات فوراً لیتے ہیں اور جو اپنے مطلب کے خلاف ہے اس سے آنکھیں بند کرتے ہیں۔

پھر محترم داؤد دراز صاحب ج ۲/۲۴۷ پر لکھتے ہیں کہ میں (مسروق) نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام سات، نو، گیارہ تک پڑھتے تھے فجر کی سنت اسکے علاوہ ہوتی، مولانا اس پر نوٹ لکھتے ہیں رات کی نماز سے مراد غیر

رمضان میں نماز تہجد اور رمضان میں تراویح ہے خط کشیدہ الفاظ مولانا کے اپنے ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ ہمارا مقصد دوسرا ہے اگر کل رکعتیں سات تھیں تو چار تہجد تھے تین وتر یا چھ تہجد ایک وتر اور ادھر سے دعویٰ یہ ہے تہجد اور تراویح ایک ہی ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تہجد اور تراویح چار یا چھ ہیں۔ لیکن غیر مقلدین نہ چار تراویح پڑھتے ہیں اور نہ ہی چھ پڑھتے ہیں۔

یہی حال نوکا ہے اگر تین وتر ہیں تو تراویح اور تہجد چھ ہوئیں اور اگر ایک رکعت وتر ہے تو تراویح اور تہجد آٹھ ہوئیں یہی حال گیارہ کا ہے اگر تین وتر ہیں تو تراویح اور تہجد ۱۰ رکعت ہوئیں سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین کا عمل کوئی صورت پر ہے جس صورت پر عمل کریں گے سوال ہوگا حدیث کی باقی صورتوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

اگلے صفحے ج ۲/۲۴۸ پر لکھتے ہیں وتر سمیت یعنی دس رکعتیں تہجد کی دو دو کر کے پڑھتے، پھر ایک رکعت پڑھ کر سب کو طاق کر لیتے اسکا مطلب یہ ہوگا جب تہجد کی دس رکعتیں ہیں تو تراویح بھی دس رکعتیں ہوئیں حالانکہ ج ۲/۲۵۳ میں لکھا ہے سنت نبوی صرف آٹھ رکعت تراویح ہیں۔ اسی طرح ج ۱/۵ میں لکھا آپ علیہ السلام رمضان ہو یا غیر رمضان تراویح یا تہجد گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے جنہیں آٹھ رکعت نفل اور تین وتر شامل ہوتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بخاری شریف کی مندرجہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز ۶، ۸، ۱۰، ۱۲ پڑھتے تھے اور غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے تو اسکا مطلب ہوا کہ تراویح کی تعداد بھی ۶-۸-۱۰-۱۲ ہوئی اب غیر مقلدین کس حدیث پر عمل کریں گے جس پر بھی عمل کریں گے دوسری حدیث کو چھوڑنا لازم آئیگا جب کچھ احادیث پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو اہل حدیث نہ رہے واضح رہے یہ سب بخاری کی احادیث ہیں۔

## ☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث

پھر مولانا داؤد راز صاحب نے حضرت جابرؓ کی حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھایا ج ۲/۲۵۳ مولانا آگے اپنی طرف سے لکھتے ہیں یعنی کل گیارہ رکعات مولانا کی اس دلیل پر ہم اپنی کتاب میں ص ۹۷ پر بحث کر چکے ہیں کہ یہ انتہائی ضعیف حدیث ہے۔ اب یہاں پر ہم مولانا سے چند گزارشات کرتے ہیں (۱) آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھایا وتر کی تعداد کا ذکر حدیث میں نہیں ہے لیکن مولانا نے گیارہ رکعات لکھا گویا اپنی طرف سے یہ مان لیا وتر تین رکعت پڑھی سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں تین وتر کا ذکر کہاں ہے یہاں تو تعداد نہیں ہے اگر آپ نے دوسری احادیث کو مد نظر رکھا تین وتر لکھا تو آپ سے کوئی پوچھے کہ صفحہ ج ۲/۱۳۸ میں آپ نے لکھا ہے پھر ایک رکعت وتر پڑھا (۲) تراویح کو آپ نے آٹھ رکعت ثابت کیا لیکن اوپر والی بحث میں ۱۰، ۸، ۶، ۴، ۱۲ ثابت ہوئیں ان پر عمل کیوں نہیں کیا (۳) مولانا نے اس حدیث کو اس طرح چپ چاپ نقل کا گویا یہ حدیث بالکل صحیح ہے حالانکہ محدثین نے اس پر جو جرحیں کیں اسکو بالکل نظر انداز کیا (۴) اس حضرت جابرؓ والی حدیث میں ایک راوی عیسیٰ بن جابر ہے امام نسائی اور امام داؤد نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اگر کوئی راوی منکر الحدیث ہوا اسکے بارے میں مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد عالم لکھتے ہیں لان منکر الحدیث وصف فی الرجل يستحق به الترك بحديثه. (ابکار لمنن ۶۵۳) یعنی منکر الحدیث ہونا ایسا وصف ہے وہ اسکی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اسکی حدیث ترک کردی جائے (یعنی قبول نہ کی جائے) یعنی غیر مقلدین کے مشہور عالم کے مطابق جب حدیث اس قسم کے راوی کی وجہ سے قابل قبول ہی نہیں تو اسکو دلیل میں پیش کرنا کیونکر درست ہوگا۔

## ☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

پھر مولانا داؤد صاحب حضرت عائشہؓ کی حدیث لے آئے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے جلد ۲/۲۵۳۔ اس حدیث کا مطلب ہم اپنی کتاب میں

ص ۱۰۶ سے ۱۱۲ تک تفصیل کے ساتھ نقل کر چکے ہیں ناظرین دوبارہ دیکھیں۔ البتہ کچھ مزید باتیں عرض کرنی ہیں (۱) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے (۲) مولانا داؤد صاحب خود بھی لکھتے ہیں آپ علیہ السلام کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے ج ۲/۲۸۹ (۳) مولانا داؤد صاحب حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں سب بارہ رکعتیں پھر ایک وتر پڑھکر آپ لیٹ گئے ج ۲/۱۳۸ یہاں تو تہجد اور تراویح ۱۲ رکعتیں ہوئیں (۴) مولانا لکھتے ہیں وضو کر کے تہجد کی بارہ رکعتیں پڑھیں ج ۲/۳۲۸ یہاں آٹھ کے بجائے بارہ ہوئیں چار زیادہ ہوئیں (۵) پہلی عبارت کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز ۶-۸-۱۰-۱۲ رکعت پڑھتے تھے نہ معلوم غیر مقلدین باقی روایات پر عمل کیوں نہیں کرتے ہیں۔

## ☆ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے

اسکے بعد مولانا داؤد صاحب نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے اس پر ہم نے اپنی کتاب میں ص ۱۱۲ سے ص ۱۲۲ تک تفصیلی بحث کی ہے اسکو ضرور دیکھیں البتہ مولانا نے جلد دوم ص ۲۵۴ پر چار دلیلیں اس بات پر پیش کی ہیں کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے مناسب ہے کہ ان دلائل کا تجزیہ کیا جائے۔

☆ **پہلی دلیل:** رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو تراویح پڑھا کر فرمایا مجھ کو خوف ہو کہ تم پر صلوٰۃ اللیل (تہجد) فرض نہ ہو جائے دیکھئے آپ علیہ السلام نے تراویح کو تہجد فرمایا جلد ۲/۲۵۴

☆ **تجزیہ:** مولانا نے ترجمہ ہی غلط کیا ہے خط کشیدہ الفاظ کس لفظ کا ترجمہ ہے مولانا ہی ارشاد فرمائیں اپنا مطلب نکالنے کے لئے جب علماء ایسی بددیانتی کریں تو عوام کا خدا ہی حافظ ہے (۲) حدیث کے الفاظ یہ ہیں و لکنی خشیت ان يفترض عليکم فتعجزوا عنها، بخاری شریف ج ۱/۲۶۹ لیکن مجھے خوف ہوا (کہ اگر آج بھی میں تراویح پڑھاؤں)

تو کہیں اس کی وجہ سے تم پر فرض نہ ہو جائے، یہاں حدیث میں اس نماز کا تذکرہ ہے جو رمضان میں صرف تین دن جماعت کے ساتھ پڑھائی چوتھے دن آپ نماز پڑھانے کیلئے

باہر تشریف نہیں لائے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اگر آج بھی میں تمہیں تراویح پڑھاؤں۔

تو کہیں یہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا فرض نہ ہو جائے یہاں تہجد کا ذکر ہی نہیں ہے۔ (۳) تہجد کے بارے میں قرآن میں پہلے ہی ذکر آیا تھا من اللیل فتمجد بہ نافلۃ لک۔ (الاسراء: ۷۹) رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لئے ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں تاہم یہ نماز فرض واجب نہ نبی علیہ السلام پڑھی اور نہ آپ کی امت پر ہی فرض ہے (ص ۷۸۹) جب قرآن نے پہلے ہی تہجد کی فرضیت کا انکار کیا تھا تو اب اسکی فرضیت کا اندیشہ کیونکر تھا ہاں تراویح کی فرضیت کا احتمال تھا اسلئے آنحضرت نے اسکو چھوڑ دیا تھا۔

(۴) تہجد تو اس نماز کو کہتے ہیں جو سو کر اٹھ کر پڑھی جائے بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ جبکہ تراویح اول شب میں پڑھی جاتی ہے غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں، بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے۔ (۵) آنحضرت ﷺ کا معمول تہجد آخری رات میں پڑھنے کا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ تہجد کے لئے اسوقت اٹھتے تھے جب مرغ کی اذان سنتے تھے بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ (۶) شرح مسلم میں ہے

یحتمل ان یکون المخوف افتراض قیام رمضان خاصة فقد وقع فی حدیث الباب ان ذالک فی رمضان وفی رواية سفیان بن حسین خشیت ان یفترض علیکم قیام هذا الشهر فعلى هذا یرتفع الاشکال لان قیام رمضان لا یتكرر کل یوم فی السنة فلا یكون قدرا ازاء اعلی الخمس .  
(فتح الملمہم ج ۲ / ۳۲۲)

احتمال یہ ہے کہ تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ تھا کیونکہ یہ رمضان میں ہی پیش آیا اور سفیان بن حسین کی روایت میں ہے مجھے اندیشہ ہے خاص اس مہینے کی تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے اسکی وجہ سے اعتراض ختم ہو گیا اسلئے کہ تراویح پورے سال نہیں ہوتی ہے اسلئے پانچ نمازوں سے زائد نماز نہ ہوئی۔

☆ **دوسری دلیل:** مولانا داؤد صاحب نے ابن ماجہ کی حدیث نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان میں آخری عشرہ کی تین راتوں میں ایک رات چھوڑ کر نماز پڑھائی پہلی رات ایک تہائی رات تک دوسری شب نصف رات تیسری رات اتنی دیر تک کہ صحابہ ڈر گئے کہ کہیں سحر کا وقت نہ ختم ہو جائے۔ مولانا نے ترجمہ کرنے کے بعد اس پر یہ نوٹ قلمبند فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا آپ نے اسی ایک نماز تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھایا ہے اور اس تراویح کا وقت بعد عشاء کے اخیر رات تک اپنے فعل (اسوہ حسنہ) سے بتا دیا جس میں تہجد کا وقت آگیا پس فعل رسول سے ثابت ہو گیا کہ بعد عشاء کے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے (ج ۲ ص ۲۵۴)

☆ **تجزیہ:** مولانا محترم نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ابن ماجہ کی حدیث کا صحیح ترجمہ کرنے کے بجائے غلط ترجمہ کیا اگر صحیح ترجمہ کرتے تو غلط فہمی نہ ہوتی (۲) حدیث میں تین رات پڑھانے کا تذکرہ ہے پہلی رات ایک تہائی رات تک نماز پڑھائی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ تو تراویح ہے کیونکہ تراویح ابتدائی شب میں ہی پڑھی جاتی ہے پھر ایک تہائی کے بعد کیا کیا، ظاہر ہے کہ باقی رات آپ علیہ السلام تہجد میں مشغول ہوئے ہونگے کیونکہ تہجد کی نماز آپ علیہ السلام اسوقت پڑھتے جب مرغ اذان دیتا تھا (بخاری ج ۱ ص ۱۵۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں یہ ہے کہ آپ علیہ السلام رمضان کے آخری عشرہ میں (عبادت و ریاضت) میں جتنی محنت کرتے تھے رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۷۲ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ تہائی رات کو فارغ ہوئے تو کیا آپ علیہ السلام گھر میں جا کر سو گئے تھے یا باقی حصہ کو عبادت میں صرف کیا؟ اسکا جواب مسلم شریف میں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی عبادت مبارکہ یہ تھی کہ جو نبی رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ علیہ السلام رات بھر عبادت کے لئے جاگنا شروع کرتے اور اپنے گھر والوں کو عبادت کے لئے جگاتے اور عبادت کے لئے کمر باندھتے یعنی بہت زیادہ عبادت کرتے تھے (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷۲)

دوسری شب آپ علیہ السلام آدھی رات تک نماز پڑھائی باقی رات آپ علیہ السلام سوئے نہیں بلکہ تہجد پڑھی ہوگی اوپر اسکی تین وجہیں مذکور ہوئیں ان دورانوں پر غور کرنے سے تراویح اور تہجد کا الگ الگ

ہونا ثابت ہوا نہ کہ دونوں کا ایک ہونا۔

البتہ تیسری رات آپ ﷺ نے آخری رات تک ایک ہی نماز پڑھائی اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دونوں نماز ایک ہو گئیں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ اس رات آپ علیہ السلام نے تہجد نہ پڑھی جیسے لیلۃ التعلیس میں بھی آپ علیہ السلام نے تہجد کی نماز نہیں پڑھی (بخاری شریف ج ۱/۸۳)

(۲) تراویح کو تہجد کے وقت تک پڑھنے میں تہجد اور تراویح دونوں کا ثواب مل گیا جیسے ایک آدمی مسجد میں وضو کر کے داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی نیت کرنے سے اسکو تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد دونوں کا ثواب مل گیا۔ واما لامری مانوی کی تشریح محدثین کرام اسی طرح کرتے ہیں۔

### ☆ تیسری دلیل

مولانا داؤد صاحب نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے تیسری دلیل یہ دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تنامون عنہا افضل من التی تقومون۔ اسکے ترجمہ اور تشریح میں مولانا لکھتے ہیں یہ تراویح کچھلی شب میں کہ جسمیں تم سوتے ہو پڑھنا بہتر ہے اول شب پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تراویح و تہجد ایک ہی ہے اور یہی مطلب حضرت عائشہؓ والی حدیث کا ہے جلد ۲/۲۵۴

☆ تجزیہ : اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز آخری شب میں بہتر ہے۔

**اولاً** تو غیر مقلدین اس پر خود ہی عمل نہیں کرتے ہیں بلکہ اول شب میں نماز تراویح پڑھتے ہیں **ثانیاً** آخری شب میں تراویح پڑھنا اگر بہتر ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی ہے (۳) صحیح ترجمہ محدثین نے مختلف بیان کئے ہیں

**پہلا ترجمہ :** خود مولانا داؤد صاحب ترجمہ کرتے ہیں رات کا وہ حصہ جسمیں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جسمیں یہ نماز پڑھتے ہیں آپؐ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ یہ لوگ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔ (ج ۳/۲۴۰) اگر مولانا محترم کے ترجمہ پر غور کریں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اے لوگو! تم شروع وقت میں تراویح تو پڑھ ہی لیتے ہو لیکن آخری وقت میں جو اہم اور افضل

و بہتر وقت ہے اسمیں سوتے رہتے ہو اسمیں اٹھ کر تہجد پڑھا کرو گویا اس سے تراویح و تہجد کا الگ الگ نماز ہونا ثابت ہوا۔

**دوسرا : ترجمہ :** وہ نماز جس سے وہ لوگ سوتے ہیں (نماز تہجد) وہ افضل ہے اس نماز (تراویح) سے جو وہ پڑھتے ہیں یعنی تم صرف تراویح پر ہی اکتفا نہ کرو تراویح سے بہتر نماز تہجد ہے اسکی پابندی بھی کرو۔ بہر حال اس سے دونوں نمازوں کا علیحدہ علیحدہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ایک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

☆ **مولانا داؤد صاحب تحریر فرماتے ہیں** ”یہی مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا ہے (جلد ۲/۲۵۴)

☆ **تجزیہ :** (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اسمیں تہجد کا ذکر ہے جو پورے سال پڑھا جاتا ہے تراویح کے ساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں ہے (۲) تاریخ الخلفاء کے مطابق ۱۵ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت مسجد نبویؐ میں شروع کرائی اور آج تک برابر بیس رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور آخری شب برابر تہجد پڑھی جاتی ہے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے والے آج بھی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ دونوں نمازیں الگ الگ وقت میں پڑھی جاتی ہے تراویح اول شب میں اور تہجد آخری شب میں گویا مسجد نبویؐ میں تو اتر عمل دونوں نمازوں کے الگ الگ ہونے کی بڑی مضبوط دلیل ہے۔ بہر حال ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے تراویح بیس رکعت شروع کرائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۵ھ میں ہوئی پورے بیالیس سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیس رکعت تراویح جاری رہی مگر اس بیالیس سال کے عرصہ میں یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ بھی اس تہجد والی حدیث (گیارہ رکعت والی) کو بیس رکعت تراویح کے خلاف پیش فرمایا ہو کہ اصل سنت گیارہ رکعت ہیں تم بیس کیوں پڑھتے ہو؟ اب وہی صورتیں ممکن ہیں (۱) حضرت عائشہؓ بھی اپنی روایت حدیث کو تہجد کے بارے میں سمجھتی تھی اسلئے کبھی انہوں نے اعتراض نہیں کیا (۲) حضرت عائشہؓ صحابہ کرام کے عمل کو اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف سمجھتی تھی لیکن (نحوذ باللہ) انکے دل میں حضور علیہ السلام کی حدیث کی اتنی محبت بھی نہ تھی جتنی آج کل



کے ان پڑھ غیر مقلدین میں ہے۔ ظاہر ہے پہلی صورت ہی صحیح ہے اسلئے یہ حدیث تہجد ہی کے بارے میں ہے اور دوسری صورت رافضی ذہنیت کی ہے جسکا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔

### ☆ چوتھی دلیل

مولانا داؤد صاحب کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ حضرت امام بیہقیؒ حضرت امام محمدؒ باب قیام شہر رمضان کا باب قائم کر کے اس کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لے آئے اس سے ثابت ہوا دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔

☆ تجزیہ : مولانا داؤد صاحب یہاں تو تقلید کر رہے ہیں کہ ان تین حضرات کے اجتہاد کو قبول کر رہے ہیں (۲) تیسری دلیل کے تجزیہ میں ہم نے گزارش کی تھی کہ حضرت عائشہؓ پورے بیالیس سال اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف صحابہ کرام کو عمل کرتے ہوئے دیکھا لیکن اعتراض نہ کیا (۳) مولانا داؤد صاحب احادیث کی کتب کی طرف دور بارہ دیکھئے کہ محدثین کرام نے (یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے) تہجد کے لئے الگ باب اور تراویح کے لئے الگ باب یہ بتانے کے لئے قائم کئے کہ دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ نمازیں ہیں (۴) اگر باب قیام شہر رمضان کے تحت وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لے آئے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دونوں نمازیں ایک ہیں ورنہ تو محدثین خود اپنی تردید کر رہے ہیں بلکہ یہ اس باب کے تحت حضرت عائشہؓ کی حدیث اسلئے لائے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ حضرت عائشہؓ والی حدیث پر عمل جس طرح عام گیارہ مہینوں میں ہوتا ہے اسی طرح رمضان میں بھی عمل ہوگا یعنی جس طرح تہجد گیارہ مہینے پڑھا جاتا ہے اسی طرح رمضان کے مہینے میں بھی تہجد پڑھا جائے گا ایسا نہ ہو کہ رمضان میں صرف تراویح پراکتفا کیا جائے اور غیر مقلدین کی طرح تہجد کا انکار کر بیٹھے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے جس کو حضرت عائشہؓ ہی روایت کرتی ہیں کہ جب رمضان آتا تو آپ کی نمازیں زیادہ ہوتی تھیں۔ (شعب الایمان للبیہقی جلد ۳/۳۰۱)

بخاری کی روایت ہے بلکہ حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ عبادت کے لئے کمر باندھتے۔ (بخاری ۲۷۱/۱)

اب اگر پورے سال گیارہ ہی رکعت ہوتیں تو نماز کی زیادتی اور عبادت زیادہ کرنے کا کیا مطلب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محدثین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو باب قیام شہر رمضان کے تحت اسلئے لائے ہیں تاکہ کوئی رمضان میں صرف تراویح پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ رمضان میں اول شب میں تراویح پڑھے اور آخری شب میں تہجد پڑھے جیسا کہ بخاری اور دیگر محدثین کا خود بھی اسی کے مطابق عمل تھا کہ شروع وقت میں تراویح پڑھتے تھے اور آخری شب میں اہتمام کے ساتھ تہجد پڑھتے تھے یہی پورے عالم اسلام میں ہو رہا ہے خاص طور پر حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) میں

فائدہ : یہ مولانا کے ان دلیلوں کا تجزیہ ہے جو انہوں نے تہجد اور تراویح کے ایک ہونے پر قائم کئے ہیں ہم نے اپنی کتاب میں ایک درجن وجوہات بیان کئے ہیں کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں دیکھئے (ساتواں امر) نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی کام کرتے تو اسے ہمیشہ کیا کرتے اور جب رات کو سو جاتے یا بیمار ہو جاتے تو دن کو بارہ رکعت پڑھتے (مسلم شریف جلد ۱/۲۵۶)

یعنی تہجد اگر چھوٹ جاتی تو قضا کرتے لیکن تراویح کی قضا کا کوئی قائل نہیں ہے۔ یہ بھی دونوں کے الگ ہونے کی دلیل ہے۔

### ☆ علماء اور فقہاء حنفیہ نے فرما دیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے

پھر مولانا داؤد صاحب مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے چودہ علماء وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں اور ہم اپنی کتاب میں ان تمام علماء کے اقوال و فرمان نقل کر چکے ہیں دوبارہ دیکھیں کہ عبارت نقل کرنے میں کتنی خیانت کی ہے۔

### ☆ ہم چند امور کی نشاندہی اختصار کے ساتھ کریں گے۔

(۱) علامہ عینی حنفیؒ: (۱) اسکے لئے دیکھئے ہماری کتاب کا صفحہ ۵۵ (۲) مولانا پر تعجب ہے کہ آپ تو آٹھ رکعت تراویح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث سے ثابت کر رہے ہیں لیکن علامہ عینیؒ حضرت جابرؓ کی ضعیف حدیث سے سمجھ رہے ہیں (۳) علامہ عینیؒ تو کہہ رہے ہیں کہ جن صحیح روایات میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تراویح کا تذکرہ ہے انہیں تراویح کی تعداد کا ذکر نہیں ہے، علامہ عینیؒ کو صحیح روایات میں تراویح کی تعداد کا ذکر نہ ملا، آپ کو ملا جناب ارشاد فرمائیں کس کا فکر عالی ہے۔

(۲) علامہ ابن حجرؒ (۱) ان کا تذکرہ ہم نے کتاب ص ۵۱ پر کر چکے ہیں (۲) یہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تراویح کی تعداد نظر آئی لیکن حضرت ابن حجرؒ جیسے بالغ نظر محدث کو حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تراویح کی تعداد نظر نہ آئی یا لعجب بلکہ ابن حجرؒ کو حضرت جابرؓ کے

ضعیف حدیث میں نظر آ رہی ہے۔ (۳) واضح رہے کہ ابن حجرؒ مسلک شافعی ہیں اور امام شافعیؒ کا قول ترمذی شریف کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے (۴) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ”ولم اذنی الشیخی من طرقہ بیان عدد صلواتہ فی تلک اللیالی“ (فتح الباری جلد ۲۰/۳) اس روایت کے کسی سند میں ان رکعات کی تعداد کا ذکر مجھے نہیں ملا جو حضور علیہ السلام نے ان راتوں میں ادا فرمائی تھیں۔

(۳) علامہ زیلیعی حنفیؒ (۱) علامہ زیلیعیؒ کا تذکرہ ہم ۶۴ پر کر چکے ہیں (۲) یہاں بھی سوال یہ ہے کہ علامہ زیلیعیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کو اٹھ رکعت دلیل میں کیوں پیش نہیں کیا؟

(۴) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (۱) حضرت امام محمدؒ کا تذکرہ ہم ص ۵۳ پر کر چکے ہیں (۲) حضرت امام محمدؒ حضرت عائشہؓ کی حدیث بابت تراویح کے بارے میں اسلئے لائے تاکہ معلوم ہو کہ رمضان میں تراویح کے ساتھ تہجد پڑھنا باعث اجر ہے۔

(۵) ہدایہ کا حاشیہ (۱) یہ حاشیہ مولانا عبدالحیؒ کا لکھا ہوا ہے اس کا تذکرہ ہم ص ۶۸ پر کر چکے ہیں۔

(۶) ابن الصمامؒ (۱) اس کا تذکرہ ہم ص ۵۶ پر کر چکے ہیں۔

(۷) ملا علی قاریؒ (۱) ان کا تذکرہ ص ۴۱ پر اچکا ہے۔

(۸) مولانا عبدالحیؒ ان کا تذکرہ تفصیلاً ص ۶۸ پر آچکا ہے۔

**فائدہ :** آپ دوبارہ علماء کی عبارات دیکھیں کہ اٹھ رکعت کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح ہے لیکن انہیں تہجد کا تذکرہ ہے تراویح کا نہیں۔

(۹) حضرت جابرؓ نے اپنی گھر کی عورتوں کو اٹھ رکعتیں پڑھائی (۱) اس کا جواب ہم ص ۹۸ پر لکھ چکے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ عیسیٰ منکر الحدیث ہے اور منکر الحدیث ہونا ایسا وصف ہے جو روایت

کو ناقابل قبول بناتا ہے۔ (ابکار المنص ۶۵۳)

اور انہوں نے عورتوں کو تہجد کی نماز پڑھائی نہ کہ تراویح کی نماز (۲) انہیں صرف ایک رات کا تذکرہ ہے مسلسل عمل کا بیان نہیں ہے۔

(۳) حضرت جابرؓ کی وفات ۳۷ھ میں مدینہ میں ہوئی پچپن سال ان کی موجودگی میں مسجد نبویؐ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جا رہی تھی حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بھی صحابہؓ کے سامنے آٹھ رکعت والی یہ حدیث پیش کر کے انکو بیس سے نہ روکا تو اسکی دو صورتیں ممکن ہیں (الف) حضرت جابرؓ اسکو تہجد کے ساتھ سمجھتے تھے (ب) یا نعوذ باللہ انکو حضور علیہ السلام کی حدیث پر عمل کرنے اور کرانے کا اتنا بھی جذبہ نہ تھا جتنا آج کل کے غیر مقلدین کو ہے۔ ذرا سوچ کر بتائیں حضرت جابرؓ کے لئے کونسی صورت پسند کریں گے۔

(۴) یہ حدیث مسند احمد جلد ۵/۱۱ میں بھی ہے انہیں رمضان کا تذکرہ نہیں ہے یہ کسی راوی کا ادراج ہے جب رمضان کا واقعہ ہی نہیں تو تراویح بھی ثابت نہ ہوئی بلکہ یہ تہجد کا معاملہ ہے۔

(۱۰) سائب بن یزید کی حدیث میں گیارہ کا تذکرہ ہے (۱) اس کا تفصیلی جواب ہم نے اپنی کتاب میں دیا ہے دیکھئے ص ۹۹ سے ۱۰۶ تک۔

(۲) غیر مقلد کے مشہور عالم مولانا وحید الزماں لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہ سند صحیح بیس رکعتیں پڑھنا منقول ہے (تیسیر الباری جلد ۳/۱۴) آپ لکھتے ہیں حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں جو روایت ان سے نقل کی جاتی ہے وہ منقطع ہے لیکن آپ کے وحید الزماں صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے صحیح سند سے بیس ثابت ہیں آپ دو میں کون صحیح لکھ رہا ہے طے کر کے امت کو بتادیں (۳) مولانا شیخ عبدالحیؒ لکھتے ہیں علماء نے کہا یہ روایت (گیارہ والی) وہم پڑی ہے کیونکہ یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (ترجمۃ المعانی شرح مشکوٰۃ جلد ۵/۵۵۸)

پھر مولانا داؤد صاحب نے حضرت اعرنؓ کا فرمان نقل کیا کہ قاری سورہ بقرہ اٹھ رکعت میں ختم کرتا تھا لیکن پوری بات مولانا نے نقل نہیں کی پوری عبارت یہ ہے کہ وکان القاری یقرأ بسورۃ البقرۃ فی ثمان

رکعات فاذا قام بها اثنتی عشر رکعة رای الناس انه قد خفف۔ (موطأ مالک ص ۴۰) امام سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں پڑھتا تھا جب بارہ رکعتوں میں پڑھتا تھا تو لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ تخفیف کی۔

(۱۱) علامہ ابن الہمامؒ اس کا تفصیلی ذکر ہم ص ۵۶ سے ۶۳ تک کر چکے ہیں۔

(۱۲) شیخ عبدالحق (۱) انکا ذکر اور انکا ارشاد ہم ص ۶۹ پر نقل کر چکے ہیں (۲) علامہ عبدالحق صاحب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ علماء نے کہا یہ روایت (کہ حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعت کا حکم دیا) وہم پڑی ہے کیونکہ یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (ترجمہ اشعۃ اللمعات ج ۳/ ۵۵۸)

(۱۳) شیخ عبدالحقؒ: مولانا نے انکی پوری عبارت نقل نہیں کی ہے آگے یہ عبارت والذی استقر الامر واشتھر من الصحابة التابعین ومن بعدهم هو العشرون وماروی انها ثلث وعشرون فبحساب الوتر معها۔ لیکن جس تعداد پر رکعات تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں سے جو تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح تیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر ۲۳ تیس ہیں۔

**فائدہ:** اگر مولانا پوری عبارت نقل کرتے تو حقیقت کھل کر سامنے آتی (۲) اور بعض سلف امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھتے تھے اسکے بارے میں گزارش ہے کہ تراویح کا لفظ مولانا نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے شیخ عبدالحقؒ کی عبارت میں نہیں ہے اور غیر مقلدین کے ایک عالم لکھتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تہجد کی پڑھتے تھے انکی عبارت کو ہم نے بعینہ درج کیا ہے۔

گیارہ رکعت کو امام مالکؒ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے (۱) اسکا ذکر ہم اپنی کتاب میں ص ۴۰ سے ص ۲۸ تک کر چکے ہیں۔ غرض مولانا نے جو چودہ علماء کا تذکرہ کیا ہے اندازہ لگائیں مولانا نے انکی پوری عبارت نقل نہیں کی اگر نقل کرتے تو مولانا کے تمام دلائل خود ہی مولانا کو کمزور نظر آتے۔

## ☆ اجماع کہاں رہا

مولانا فرماتے ہیں کہ کچھ حضرات بیس تیس چالیس رکعت تک بطور نفل نماز تراویح پڑھا کرتے تھے لہذا یہ دعویٰ کہ بیس رکعات پر اجماع ہو گیا باطل ہے (ج ۲/ ۲۵۷)

**جواب:** ہم نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اجماع ہوا یہ ہمارا دعویٰ اپنا نہیں بلکہ ہم نے ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، مصنف ابن ابی شیبہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حافظ ابن تیمیہ وغیرہ کے حوالے سے لکھا علامہ ابن تیمیہؒ کی عبارت دوبارہ دیکھیں کہ حضرت ابی ابن کعب نے مہاجرین اور انصار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں بیس رکعتیں پڑھائی اور کسی بھی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی کیا اس سے بڑھ کر بھی اجماع کوئی اور چیز ہے (۲) اصل تراویح تو سب بیس ہی مانتے تھے البتہ کچھ نوافل کا اضافہ کرتے تھے یعنی سنت بیس ہیں اور نفل لوگ اپنی مرضی کے مطابق کم و بیش پڑھتے تھے۔

(۳) اجماع کی حقیقت آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے سنیں وہ لکھتے ہیں اجماع (کا لفظ) تم نے علماء دین سے سنا ہوگا اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمام مجتہدین (اس طرح کہ انہیں سے) ایک بھی علیحدہ نہ رہے سب کے سب ایک زمانے میں کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں کیونکہ یہ صورت نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ خلیفہ (خاص) اہل رائے حضرت سے مشورہ کرنے کے بعد یا بغیر مشورہ کئے کوئی حکم دے اور وہ حکم نافذ ہو جائے یہاں تک کہ (تمام عالم اسلامی میں) شائع ہو جائے اور تمام اسلامی دنیا میں ممکن ہو جائے، نبی علیہ السلام نے (اس اجماع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) فرمایا کہ تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت جو میرے بعد ہوں گے۔ (ازالۃ الخفاء اردو جلد ۶/ ۶۴)

## ☆ چار رکعت ایک سلام کے ساتھ

مولانا داؤد صاحب حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اس استدلال کو غلط لیتے ہیں کہ نوافل چار چار رکعت ملا کر پڑھنا افضل ہے (جواب) مولانا آپ کی عربی عبارت کے ترجمہ کی غلطیاں ہم جیسے طفل مکتب بھی محسوس کر رہے ہیں تو آپ کی شان اتنی کہاں ہوئی کہ آپ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کو نادرست

کہیں، کاش آپ اپنے ہی عالم (جنکی آپ بہت تعریف کرتے ہیں) کہ یہ عبارت دیکھئے قولہ یصلیٰ اربعاً یحتمل انها متصلہ وهو الظاہر۔ (تختۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۲۰)

مولانا داؤد صاحب نے ترجمہ و تشریح بخاری کی جلد سوم ۲۴۲ میں بھی دو صفوں پر بحث کی ہے غور سے دیکھنے کے بعد بھی اس میں کوئی نئی بات نظر نہیں آئی صرف وہی پرانی دو باتیں ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گیارہ رکعت کا تذکرہ ہے (۲) حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ضعیف ہے ان دونوں باتوں کا جواب ہم تفصیل کے ساتھ مختلف مقامات پر دے چکے ہیں البتہ یاد دہانی کے لئے مولانا سے گزارش کریں گے کہ آپ نے ایک موقع پر لکھا کہ حضور علیہ السلام کی رات کی نماز گیارہ ہیں آٹھ تراویح اور تین وتر (ج ۱/۵۷) دوسرے موقع پر لکھتے ہیں بارہ تہجد اور ایک وتر (جلد ۱/۱۴۸) اب حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا مطلب کیا ہے کہ گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے یہاں تہجد ہی بارہ رکعت ہوگئی جسکی مقدار آٹھ سے زیادہ ہے اور کل تیرہ ہوں یہ گیارہ سے دو زیادہ ہیں۔ ایک جگہ آپ ایک وتر لکھتے ہیں ایک جگہ تین وتر لکھتے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیث مد نظر رکھتے ہوئے جواب ارشاد فرمائیں۔

تین خلفاء راشدین کے زمانے میں تراویح میں رکعتیں پڑھی جاتی تھیں جو آج تک مسجد نبوی اور بیت اللہ میں جاری ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں، حضرت علیؓ کے دور اور ان کے بعد کے زمانے کے دور کے چند حوالیات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلاً ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرين رکعة

ابوالحسنات سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲/ ۱۲۰)

اسمیں غور کریں چار باتیں ہیں (۱) خلیفہ راشد کا حکم (۲) بیس رکعت کا تذکرہ (۳) تراویح کا لفظ (۴) اور امت نے اسکو قبول بھی کیا۔ کیا کوئی غیر مقلد حضرت علیؑ کا فرمان اس طرح آٹھ رکعت کے بارے میں دکھا سکتا ہے جس میں یہ چاروں چیزیں موجود ہوں۔

(۲) عن سعید بن عبید ان علی بن ربيعہ رمضان میں ہمیں پانچ تراویح (بیس رکعت) اور تین روزہ پرہاتے تھے

☆ علی بن ربیعہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں انہیں بھی بیس رکعات تراویح کا لفظ ہے۔

(۳) عن ابی البختری انه کان یصلی  
خمیس ترویحات فی رمضان ویوتر  
بثلاث، ابن ابی شیبہ ج ۲/ ۱۶۵)

ابوالخسری حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد ہیں۔

(۴) کان یؤمننا سوید بن غفلہ فی رمضان  
خمیس ترویحات عشرین رکعتہ۔ (بیہقی  
جلد ۲/۶۹۹)

غرض کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں اس صراحت کے ساتھ تراویح کے آٹھ رکعات کا تذکرہ موجود ہے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى اللهم اغفر لمولفك وكاتبه ولمن سعى فيه  
وجميع المؤمنين والمؤمنات (آمين ثم آمين)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۱۸	حضرت عمرؓ مدعی نہیں تھے	۳۰
۲	کلمہ مبارکہ از اساتذہ محترم	۱۹	علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں	۳۱
۳	حضرت انظر شاہ صاحب	۲۰	حضورؐ نے تراویح کی جماعت کیل چھوڑی	۳۲
۴	عرض مؤلف طبع ثانی	۲۱	لال حدیث کے پیشوا نذیر حسین صاحب	۳۳
۵	رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا سنت ہے	۲۲	ایک سوال کا جواب	۳۷
۶	حضورؐ نے صرف تین رات تراویح پڑھائی	۲۳	حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ۲۹ رکعت	۳۹
۷	حضورؐ نے ۲۳، ۲۵، ۲۷ رات میں تراویح پڑھائی	۲۴	تراویح پڑھی جاتی تھیں	۳۹
۸	آپؐ نے لوگوں کو اپنے گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا	۲۵	علامہ عینیؒ لکھتے ہیں	۴۰
۹	آپؐ ۲۹ رکعات تراویح پڑھتے تھے	۲۶	حضرت علیؓ کے زمانے میں	۴۰
۱۰	امام فخر الدین حسین بن منصورؒ فرماتے ہیں	۲۷	امام ترمذیؒ فرماتے ہیں	۴۱
۱۱	مشہور اہل حدیث ثناء اللہ امرتسریٰ	۲۸	ملاطی قاریؒ فرماتے ہیں	۴۱
۱۲	امام ترمذیؒ لکھتے ہیں	۲۹	علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں	۴۱
۱۳	ملاطی قاریؒ فرماتے ہیں	۳۰	سوید بن غفلہؒ	۴۲
۱۴	علامہ عینیؒ	۳۱	حضرت علی بن ربیعہؒ	۴۲
۱۵	حافظ ابن تیمیہؒ	۳۲	حضرت ابوالخیرؒ	۴۲
۱۶	علامہ ابن عبد البرؒ	۳۳	حضرت عطاء کافرانؒ	۴۳
۱۷	حافظ ابن تیمیہؒ	۳۴	حضرت بن ابی ملیکہؒ	۴۳
	علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں	۳۵	حضرت سفیان ثوریؒ	۴۳

۳۶	ابن مبارکؒ	۴۳	۵۸	ابن اہمام کے پہلے اعتراض کا جائزہ	۵۷
۳۷	امداد بجیس کے قائل	۴۳	۵۹	ابن ہمام کے دوسرے اعتراض کا جائزہ	۵۸
۳۸	حضرت امام اعظمؒ	۴۵	۶۰	ابن ہمام کے تیسرے اعتراض کا جائزہ	۶۱
۳۹	حضرت امام مالکؒ	۴۵	۶۱	علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کا فرمان	۶۲
۴۰	حضرت امام مالکؒ	۴۵	۶۲	علامہ زین العابدینؒ	۶۲
۴۱	چھتیس رکعت پڑھنے کی وجہ	۴۶	۶۳	محدث ملا علی قاریؒ	۶۳
۴۲	علامہ شیخ بخاریؒ	۴۷	۶۴	حافظ ابن تیمیہؒ	۶۳
۴۳	مالکیہ کے نزدیک قول مختار	۴۷	۶۵	علامہ زیلعیؒ	۶۴
۴۴	حضرت امام شافعیؒ	۴۸	۶۶	علامہ شیخ احمد طحاویؒ	۶۴
۴۵	حضرت احمد بن حنبلؒ	۴۹	۶۷	علامہ شامیؒ	۶۴
۴۶	خلاصہ کلام	۵۰	۶۸	ابو محمد محمود بن احمد عینیؒ	۶۴
۴۷	دیگر بعض محدثین اور مشائخ	۵۱	۶۹	امام علاء الدینؒ	۶۵
۴۸	امام محی الدین نوویؒ	۵۱	۷۰	مولانا محمد احسن نانوتویؒ	۶۵
۴۹	حکیم الامت امام غزالیؒ	۵۱	۷۱	علامہ عبد الرحمن الجزیریؒ	۶۶
۵۰	عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں	۵۲	۷۲	شیخ عبدالحق صاحبؒ	۶۷
۵۱	علماء احناف اور بیس رکعت تراویح	۵۲	۷۳	عبدالحی لکھنویؒ	۶۷
۵۲	حضرت امام ابوحنیفہؒ	۵۲	۷۴	ایک سوال کے جواب میں	۶۷
۵۳	حضرت امام ابو یوسفؒ	۵۳	۷۵	علامہ انور شاہ کشمیریؒ	۷۰
۵۴	حضرت امام محمدؒ	۵۳	۷۶	محدث احمد سہارنپوریؒ	۷۳
۵۵	علامہ بدر الدین عینیؒ	۵۵	۷۷	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	۷۴
۵۶	اشیخ کمال الدین المعروف بابن اہمام	۵۶	۷۸	حضرت شاہ ولی اللہؒ	۷۵
۵۷	علامہ ابن اہمام کے دلائل کا جائزہ	۵۷	۷۹	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۷۶

تیس رکعت تراویح		۱۸۹		علماء احناف اور غیر مقلدین	
۸۰	مولانا ثناء اللہ پانی پٹی	۷۷	۱۰۱	مولانا ثناء اللہ ام تری	۹۱
۸۱	شاہ عبدالعزیز	۷۸	۱۰۲	حضرت علیؑ نے فرمایا	۹۱
۸۲	ابوالحسن امام قدوری	۷۸	۱۰۳	مولانا وحید الزماں غیر مقلد	۹۲
۸۳	علامہ نسفی	۷۹	۱۰۴	غیر مقلد احباب سے ایک سوال	۹۳
۸۴	محمود بن صدرا الشریعہ	۷۹	۱۰۵	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	۹۵
۸۵	امام ابوالحسن	۷۹	۱۰۶	چھٹا امر غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ	۹۵
۸۶	جلال الدین خوافی	۸۰	۱۰۷	غیر مقلدین عام طور پر ۱۲ دلیلوں کو پیش	۹۶
۸۷	اکمل الدین	۸۰	۱۰۸	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب	۱۰۴
۸۸	علاء الدین	۸۱	۱۰۹	مولانا سید نذیر حسین لکھتے ہیں	۱۰۶
۸۹	مولانا نظام الدین	۸۱	۱۱۰	حدیث شریف کا صحیح مطلب	۱۰۷
۹۰	فخر الدین	۸۲	۱۱۱	ساتویں امر تہجد تراویح کا لگ بھگ نذرین	۱۱۱
۹۱	اشیخ الشیخی	۸۲	۱۱۲	علامہ ظفر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں	۱۱۲
۹۲	علامہ فرید الدین	۸۳	۱۱۳	آنحضرت بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے	۱۱۳
۹۳	علامہ سراج الدین	۸۳	۱۱۴	حضرت طلق بن علیؑ	۱۱۵
۹۴	امام فخر الدین	۸۳	۱۱۵	حضرت امام بخاریؒ	۱۱۶
۹۵	غیر مقلدین کے محبوب علماء کی فرمائے ہیں	۸۴	۱۱۶	ابن حجرؒ لکھتے ہیں	۱۱۷
۹۶	علامہ وحید الزماں غیر مقلد	۸۶	۱۱۷	غیر مقلد کے شیخ اکل میاں نذیر حسین	۱۱۷
۹۷	علامہ سکی	۸۷	۱۱۸	غیر مقلدین کے شیخ الاسلام	۱۱۷
۹۸	پورے رمضان میں تراویح جماعت کے ساتھ کیوں	۸۸	۱۱۹	فتاویٰ ثنائیہ کے اردو فتوے	۱۱۸
۹۹	خلفاء راشدین کا عمل	۸۹	۱۲۰	غیر مقلدین میں کچھ حقیقت پسند علماء	۱۲۱
۱۰۰	مولانا نذیر حسین	۸۹	۱۲۱	علامہ ابن تیمیہؒ	۱۲۳

تیس رکعت تراویح		۱۹۰	علماء احناف اور غیر مقلدین		
۱۲۲	مولانا نواب صدیق حسن خان	۱۲۳	۱۲۱	ایک اصولی اور ضروری بحث	۱۲۷
۱۲۳	امام عبدالوہاب	۱۲۳	۱۲۲	سند پر صحیح کھضعیف لگانے کا حکم ہر مہتمم	۱۲۷
۱۲۴	مولانا نواب صدیق صاحب	۱۲۳	۱۲۳	بحر العلوم علامہ لکھنویؒ لکھتے ہیں	۱۲۹
۱۲۵	حافظ ابن تیمیہؒ	۱۲۵	۱۲۴	حافظ ابن صلاح کا ارشاد	۱۵۴
۱۲۶	مولانا محمد حسین بنالوی کی گوشمالی	۱۲۵	۱۲۵	علامہ ادریسؒ نے سچ کہا ہے	۱۵۷
۱۲۷	مولانا غلام رسول صاحب	۱۲۶	۱۲۶	عبدالعزیز محدث دہلوی	۱۵۷
۱۲۸	نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ	۱۲۸	۱۲۷	علامہ بحر العلوم لکھتے ہیں	۱۵۸
۱۲۹	قاضی شیخ عطیہ سالم کی کتاب	۱۲۹	۱۲۸	یزید بن رومان کی حدیث میں انقطاع	۱۵۸
۱۳۰	دو سوال	۱۳۲	۱۲۹	رسالہ تراویح سے چند اقتباسات	۱۶۱
۱۳۱	ایک مخلصانہ نصیحت	۱۳۲	۱۳۰	مولانا محمد داؤد راز غیر مقلد عالم	۱۶۱
۱۳۲	آخری اور سمجھ میں آنے والی بات	۱۳۵	۱۳۱	کی عبارت کا تجزیہ	
۱۳۳	دور کے بعد دور رکعت نفل نماز پڑھنا جائز	۱۳۳	۱۳۲	حضرت ابن عباسؓ والی حدیث	۱۶۷
۱۳۴	حضرت حکیم الامت تھانوی صاحبؒ	۱۳۶	۱۳۳	حضرت جابرؓ والی حدیث	۱۷۰
۱۳۵	حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعت والی حدیث پر غور کریں	۱۳۶	۱۳۴	حضرت عائشہؓ کی روایت	۱۷۱
۱۳۶	علامہ نوویؒ	۱۳۸	۱۳۵	تہجد اور تراویح ایک نماز ہے	۱۷۱
۱۳۷	علامہ ابن تیمیہؒ	۱۳۹	۱۳۶	علماء اور فقہاء حنفیہ نے فرمادیا	۱۷۷
۱۳۸	خود حضرت عائشہؓ فرماتی	۱۴۰	۱۳۷	چار رکعت ایک سلام کے ساتھ	۱۸۱
۱۳۹	حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث	۱۴۱			
۱۴۰	یزید بن خالد جعفی کی حدیث	۱۴۲			

[illegible][illegible]